اہل سنت کا نشان
ماہنامہ بقیع کراچی
DECEMBER 2025
مفت سلسلہ اشاعت نمبر 378
Regd. # MC-1177

مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی تفسیرِ صغیر کا علمی و تحقیقی ردّ

اَلدُّرَر السُّنِّیۃ فی الرّد علی القادِیانِیّۃ

بنام

"تفسیرِ صغیر" کا علمی و تحقیقی جائزہ

[سورۃ الفاتحۃ تا النساء] (حِصّہ اوّل)

از قلم
مفتی مہتاب احمد قمر نعیمی حفظہ اللہ
رئیس فتاویٰ مرکزِ تربیتِ اِفتا (پاکستان)

نظرِ ثانی
شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی
(شیخ الحدیث جامعۃ النور، رئیس دار الإفتاء النور)

جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان
نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰
Ph : 021-32439799 Website : www.ishaateislam.net

مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی تفسیرِ صغیر کا علمی و تحقیقی ردّ

اَلدُّرَر السُّنِّیۃ فی الرّد علی القادِیانِیّۃ

بنام

"تفسیرِ صغیر" کا علمی و تحقیقی جائزہ

[سورۃ الفاتحۃ تا النساء] (حصّہ اوّل)

از قلم:

مفتی مہتاب احمد قمر نعیمی ادام ظلہ العالی

رئیس فتاوی مرکزِ تربیتِ افتا (پاکستان)

نظرِ ثانی:

شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی حفظہ اللہ

(شیخ الحدیث جامعۃ النور و رئیس دار الافتاء النور

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت (پاکستان)، کراچی)

ناشر

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار کراچی ۷۴۰۰۰

کتاب : الدُّرَرُ السُّنِّیۃ فی الرّد علی القادیانیۃ

بنام "تفسیر صغیر" کا علمی و تحقیقی جائزہ

مؤلف و محقق : مفتی مہتاب احمد قمر نعیمی حفظہ اللہ

رئیس فتاویٰ مرکز تربیت افتا (پاکستان)

مدرّس: جامعۃ المدینہ فیضانِ عبد اللہ شاہ غازی رحمۃ اللہ علیہ

نظر ثانی : شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی مدظلّہ

شیخ الحدیث جامعۃ النور و رئیس دار الافتاء النور

سنِ اشاعت : جمادی الثانی ۱۴۴۷ھ / دسمبر 2025م

ناشر : جمعیّت اشاعت اہلسنّت (پاکستان)

نور مسجد کاغذی بازار، میٹھادر، کراچی

فون: 021-32439799

خوشخبری : www.ishaateislam.org

پر موجود ہے۔

فہرست

صفحہ	فہرست مضامین	نمبر شمار
8	انتساب	1
9	پیش لفظ	2
14	تقدیم	3
24	مرزا بشیر الدّین محمود قادیانی کی تفاسیر کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ	4
24	مرزا بشیر الدّین محمود قادیانی کی علمی اہلیت	5
25	مرزا کا تفسیر نویسی پر چیلنج اور اس کی بدترین شکست	6
26	قادیانی تفاسیر باطلہ کی فہرست	7
28	تفسیر کبیر کا تعارف	8
30	مرزا کی تفسیر کبیر کے چند مقاماتِ باطلہ	9
31	فرشتوں نے آدم علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو سجدہ کیا یا اللہ کو؟	10
31	أعلام میں تغیّر کی اجازت نہیں ہے	11
32	''اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصَا'' سے مسجد نبوی مراد ہے؟	12
32	''رَجُلًا مَّسْحُوْرًا'' کا صحیح ترجمہ:	13
35	حفاظتِ قرآن اور تحریفِ کلام الٰہی	14

15	آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا، یہودیوں کی خصلتِ بد	38
16	تحریف و تفسیر بالرّاے کا حکم	42
17	مقدمہ	48
18	شرعاً و قانوناً قادیانیوں کو شعائرِ اسلامیہ کے استعمال کی اجازت نہیں	49
19	**پہلی غلطی**	49
20	**دوسری غلطی**	49
21	سورۃ الفاتحۃ	54
22	**تیسری غلطی**	54
23	فنّی اِعتبار سے تسمیہ کا صحیح ترجمہ	54
24	سورۃ البقرۃ	56
25	**چوتھی غلطی**	56
26	"الْاٰخِرَۃِ" کی صحیح تفسیر	56
27	**پانچویں غلطی**	58
28	کیا فرشتوں نے آدم کو سجدۂ معروفہ کیا یا فرمانبرداری کی؟	58
29	سجدے کی اقسام	59

30	**چھٹی غلطی**	62
31	"فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" اپنے حقیقی معنی میں ہے یا مجازی؟	62
32	**ساتویں غلطی**	67
33	وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا" میں قتل اپنے حقیقی معنی میں ہے نہ کہ دعویٰ قتل:	67
34	**آٹھویں غلطی**	69
35	فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا" کادُرست ترجمہ	69
36	**نویں غلطی**	70
37	**دسویں غلطی**	70
38	پتھروں میں بھی اللہ نے ادراک وشعور دیا ہے	70
39	پتھر بھی کہتے:"اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ الله"	73
40	حضور انور اپنی نبوت سے بچپن میں ہی خبر دار تھے	73
41	**گیارہویں غلطی**	74
42	"قَدْ خَلَتْ" کادُرست ترجمہ	74
43	کلمہ:"قَدْ خَلَتْ" کی لغوی تحقیق	74
44	**بارہویں غلطی**	75

45	تین طلاقیں تین ہی ہیں چاہے الگ الگ دی جائیں یا بیک کلمہ	76
46	آیتِ طلاق کی جامع مانع تفسیر	78
47	بیک کلمہ تین طلاقوں میں سرِ خیلِ غیر مُقلّدین کاموقف	82
48	مسئلہ طلاقِ ثلاثہ کی وضاحت کُتُبِ اَحادیث سے	83
49	دربارۂ طلاقِ ثلاثہ، عمدہ فقہاصحابہ اور فقہاے عامہ کا مَوقِف	85
50	**تیرہویں غلطی** / حلالہ کا شرعی طریقہ	87
51	سورۃ آل عمران	90
52	**چودھویں غلطی**	90
53	''وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ'' میں رکوع سے مراد	90
54	**پندرہویں غلطی**	91
55	حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قرآنی معجزات	91
56	مُعجزاتِ خمسہ تفاسیر کی روشنی میں	92
57	معجزہ کسے کہتے ہیں؟	92
58	حضرت عیسیٰ نے کتنے اور کونسے اشخاص کو زندہ کیا؟	97
59	سام بن نوح کو کتنے سال بعد زندہ کیا گیا؟	98

60	**سولہویں غلطی**	100
61	کیا ''وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ'' سے مراد وارد ہ قتل انبیا ہے؟	100
62	یہود کی کتنی اور کونسی قسمیں ہیں؟	100
63	سورۃ النّساء	102
64	**سترہویں غلطی**	102
65	کیا قصر نماز سے مراد جلدی جلدی نماز پڑھنا ہے؟	102
66	قصر سے مراد تعداد رکعات میں کمی کرنا ہے	102
67	پہلی دلیل	103
68	دوسری دلیل	103
69	تیسری دلیل	104
70	چوتھی دلیل	105
71	پانچویں دلیل	105
72	چھٹی دلیل	106
73	ساتویں دلیل	106
74	آٹھویں دلیل	106
75	**اٹھارہویں غلطی**	109

76	خوفِ کفار قصر نماز کے لیے شرط نہیں ہے	109
77	آیتِ قصر میں ذکرِ خوف کی حکمت	110
78	**انیسویں غلطی**	111
79	حضرتِ عیسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام پر موت طاری نہیں ہوئی	111
80	حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام کے تفصیلی احوال	112
81	آیتِ قرآنیہ کو لے کر حیاتِ عیسیٰ پر اعتراض مع جواب	118
82	ماخذ و مراجع	122

جمعیت اشاعت اہلسنت پاکستان

الانتساب

أنسب سعي الحقير إلى الشيخ أبي المتوفى نور محمّد وأمي المتوفاة رحمهما الله كما ربياني صغيراً وأسكنهما فسيح جناته، وإخوتي وأخواتي وجميع أساتذتي أطال الله عمرهم.

أشكر من أعماق قلبي شيخ الحديث المفتي محمّد عطاء الله النعيمي البريلوي الحنفي قدّس الله سره وعمّ برّه وثم نوره وأعظم أجره أكرم نزله وأنعم منزله ودامت بركاته العالية وأطال الله عمره على أنّه أعطاني ساعاته الثمنية، حتى لو كنتُ قابلاً لإصدار الفتوى اليوم فهذا بفضله وكرمه.

طالب الدعاء:

الرّاجي إلى لطف ربّه العميمي

مهتاب أحمد قمر النعيمي

خادم دار الإفتاء النور بكراتشى

رئيس: فتاوىٰ مركز تربية الإفتاء(باكستان)

مدرّس: جامعة المدينة فيضان عبد الله الشاه الغازي رحمه الله

پیش لفظ

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

دینِ اسلام میں قُرآنِ کریم کی تفسیر کا علم انتہائی اہمیت کا حامل ہے، آیاتِ قُرآنیہ میں بیان کردہ احکام کی وضاحت، آیاتِ محکمات اور متشابہات کو سمجھنے اور ہر ہر آیت کے شانِ نُزول اور مقامِ نُزول کو جاننا علمِ تفسیر کے بغیر ناممکن ہے، اس علم کے بغیر دینِ اسلام کے احکامات پر بالکل درست طور پر عمل کرنا ممکن ہی نہیں ہے، اسی لیے ہر دور کے عظیم عُلمائے کرام نے تفسیرِ قُرآن کیلئے قلم اُٹھایا اور اُمّت کیلئے ایک بہت بڑا ذخیرہ تفاسیر قُرآن کی صورت میں چھوڑا ہے، لیکن ساتھ ہی ساتھ دُشمنانِ اسلام نے بھی سادہ لوح مُسلمانوں کو گمراہ کرنے کیلئے بُہت سی غلط اور گمراہ کن تفاسیر لکھیں اور اپنے باطل نظریات کو تحریفِ معنوی اور تفسیر بالرائے کے ذریعے ثابت کرنے کی کوششیں کرتے رہے حالانکہ غیر عالم کے لئے تفسیر بالرائے احادیث و اقوال فقہاء کی رُو سے ناجائز و حرام ہے۔ چنانچہ علامہ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابو شیبہ عبسی کوفی متوفی ۲۳۵ھ، امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابو القاسم سلیمان احمد طبرانی متوفی ۳۶۰ھ اپنی اپنی اسناد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِغَيْرِ عِلْمٍ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ) (مصنف لابن أبي شيبة، كتاب فضائل القرآن، باب من كره أن يفسر بالقرآن،رقم الحديث، ۳۰۷۲۵، ۱۵/۴۹۸، مطبوعة:دار قرطبة، بيروت،١٤٢٨ھ-۲۰۰۷م) (مسند الإمام أحمد بن حنبل،مسند عبد الله بن عباس،رقم

الحدیث: ٢٠٦٩، ١/ ٦١٩،مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١٩هـ-١٩٩٨م) (سُنَن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیه، برقم:٢٩٥٠، ٤ / ٤٥، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م)(السُنَن الكُبریٰ للنسائی، كتاب فضائل القرآن، باب من قال فی القرآن بغير علم، برقم: ٨٠٨٤، مطبوعة:دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤١١هـ-١٩٩١م)(جامع البيان عن تأويل آی القرآن المعروف بالتفسير الطبری،ذكر بعض الأخبار التی رويت بالنهی إلخ،١/ ٥٢، مطبوعة: دار الفكر ، بيروت، الطبعة الأولىٰ ١٤٢١هـ-٢٠٠١م)(المعجم الكبير للطبرانی،مسند ابن عباس،رقم الحديث:١٢٣٩٢، ١٢/ ٢٨،مطبوعة: دار إحياء التراث، بيروت)

یعنی، جس شخص نے بغیر علم کے قرآن کریم کے مُتعلق کچھ کہا، تو وہ اپنا ٹھکانہ آگ (جہنم) بنالے۔

اور امام اہل سنت امام احمد رضا خاں حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:" قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مُفسرین مُعتمدین نے لیے ، قرآن کریم کی تفسیر بالرائے اشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے۔ **فليتبوأ مقعده من النار** (یعنی،)وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔(مُلتقطاً)(فتاوی رضویہ، مسئلہ :۳۱، ۲۷/ ۲۰۲،مطبوعہ:رضافاؤنڈیشن،لاہور، ۱۴۲۳ھ-۲۰۰۳م)

اور حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:"خیال رہے کہ قرآن کی بعض چیزیں نقل پر موقوف ہیں، جیسے شانِ نُزول، ناسخ منسوخ، تجوید کے قواعد اِنہیں رائے سے بیان کرنا حرام ہے، وہی یہاں مراد ہے۔اور بعض چیزیں شرعی عقل سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں، جیسے آیات کے علمی نکات، اچھی اور صحیح تاویلیں، پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات وغیرہ ان میں نقل لازم نہیں۔ غرضکہ قرآن کی تفسیر بالرائے حرام ہے اور تاویل بالرائے علمائے دین کے لئے باعث ثواب۔۔ربّ تعالیٰ فرماتا

ہے:"اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ"۔ معلوم ہوا کہ قرآن میں تدبرو تفکر کا حکم ہے۔"اس میں اشارۃً فرمایا کہ علماء کو قرآنی تاویلات کی اجازت ہے جُہلا کو یہ بھی حرام۔اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو فقط ترجمہ ٔقرآن سے غلط مسئلے مستنبط کرکے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں"(مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح،کتاب العلم، تحت الحدیث:۲۱۷،۱/۲۰۱، مطبوعہ: قادری پبلشرز،لاہور،اشاعت:فروری۲۰۰۹م)

بلکہ اگر کسی نے بغیر علم کے محض اپنی رائے پر بھروسہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم کے مُتعلق کچھ کہا یا لکھا اور اتفاقاً صحیح بھی ہوگیا، اس کے باوُجود بھی ایسے شخص کو حکمِ شرعی کی مُخالفت کے سبب مبنی بَر خطا قرار دیا گیا ہے۔چنانچہ امام ترمذی اور امام ابوداوٗد اپنی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:" مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ" (سُنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیه، برقم:۲۹۵۰، ٤/ ٤٦، مطبوعة: دار الکتب العلمية، بیروت، القطبعة الأولی ١٤٢١ھ-٢٠٠٠م) (سُنن أبي داود، کتاب العلم، باب الکلام فی کتاب الله بغیر علم، برقم:٣٦٥٢، ٤/ ٤٣، مطبوعة: دارابن حزم، بیروت، الطبعة الأولی ١٤١٨ھ-١٩٩٧م)

حدیثِ مذکور کی شرح میں علامہ علی بن سلطان مُلّا علی قاری حنفی متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:" (من قال في القرآن) أي: في لفظِه أو معناه(برأيه) أي: بعقلِه المجرَّدِ(فأصاب) أي:ولو صار مُصيباً بحسب الاتفاقِ (فقد أخطأ) أي: فهو مُخطِئٌ بحسب الحكمِ الشرعيِّ"(مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب العلم،الفصل الثانی،رقم الحدیث:٢٣٥ ، ١/ ٤٤٦،مطبوعة:دارالکتب العلمية، بیروت، الطبعة الاولیٰ ١٤٢٢ھ -٢٠٠١م)

یعنی، جس نے قرآن کے لفظ یا اُسکے معنی کے مُتعلق اپنی رائے یعنی

محض اپنی عقل کے مطابق کچھ کہا، تو اگرچہ اتّفاقاً صحیح بھی ہو گیا مگر پھر بھی حکمِ شرعی کے مُطابق وہ خطاوار ہے۔

ان ہی دُشمنانِ اسلام میں سے ایک گُروہ " قادیانیوں " کا ہے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، اور قُرآنِ کریم کی غلط اور باطل تفاسیر کرتے ہیں اور اُن میں تحریفِ معنوی اور اپنے من مانے ترجمے اور تفسیر بالرائے کے ذریعے اپنے جھوٹے نبی مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نُبوّت اور اپنے کُفریہ عقائد کو ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں۔ مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی "تفسیر صغیر" بھی ان ہی تفاسیر میں سے ایک ہے جو معنوی تحریف، کفریہ عقائد اور فاسد تاویلات کا مجموعہ ہے۔

محترم جناب سیّد رفیق شاہ صاحب کی تحریک پر بانی جمعیت اشاعت اہل سنت (پاکستان) کراچی، محسنِ اہلِ سنت حضرت علامہ محمد عرفان ضیائی صاحب مدظلہ العالی نے حکم فرمایا کہ "تفسیر صغیر" کا بالاستیعاب مطالعہ کرکے اس کے اُن مقامات کی نشاندہی کی جائے جہاں کفریہ عقائد مذکور ہیں اور ان عقائد کے کفریہ ہونے کو ثابت کیا جائے اسی طرح جہاں جہاں لکھنے والے نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لیے تحریفِ معنوی سے کام لیا ہے اور تفسیر بالرائے کا مرتکب ہوا ہے ان مقامات کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اس کا ردّ کیا جائے تو اس کام کے لیے دارالافتاء النُّور کے محترم مفتیان کرام کے مشورے سے یہ طے پایا کہ مفتی مہتاب احمد نعیمی زید مجدہ کو اس کی ذمہ داری دی جائے اس طرح ہم تمام مفتیانِ کرام کے استادِ محترم شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی

مدظلہ العالی نے مفتی مہتاب صاحب سے یہ کام کرنے کے لیے فرمایا تو مفتی صاحب موصوف نے یہ کام شروع کیا اور الحمدللہ عزّوجل انتہائی محنت اور جانفشانی سے اس کام کو سرانجام دیا۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور انہیں دونوں جہانوں کی بھلائیاں عطا فرمائے اور اسی طرح دینِ متین کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

احقر محمد آصف نعیمی بن محمد حنیف

مفتی دارالافتاء النّور

جمعیت اشاعت اہلسنّت (پاکستان) کراچی

أَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ
جمعیت اشاعت اہلسنّت پاکستان

تقدیم

از: عطاءِ ملّت شیخ الحدیث ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی دام ظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للہ وکفی والصّلاۃ و السّلام علی مَن لا نبیَّ بعدَہ أمّا بعدُ۔

اَہل اِسلام کا عقیدہ یہ ہے کہ اللہ عَزّوَجَلّ سچا اور اس کا کلام سچا، مسلمان پر جس طرح لا إلٰہ إلّا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو اَحَدٌ وَّ صَمَدٌ، لَا شَرِیکَ لَہٗ جاننا فرضِ اوّل و مَناطِ ایمان ہے، یونہی محمد رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیین ماننا اُن کے زمانے میں خواہ اُن کے بعد کسی جدید نبی کی بعثت یقیناً قطعاً محال و باطل جاننا فرضِ اَجَلّ و جزءِ اِیقان ہے: ﴿ولٰکن رَّسُولَ اللہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ نصِّ قطعیُ قرآن ہے۔ اس کا منکر، نہ منکر بل کہ شبہ کرنے والا نہ شاک (شک کرنے والا) کہ اَدنی ضعیف اِحتمالِ خفیف سے توہّم خلاف رکھنے والا قطعاً اِجماعاً کافر ملعون مُخلّد فی النیران (ہمیشہ ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا) ہے، نہ ایسا کہ وہی کافر ہے بل کہ جو اس عقیدۂ مَلعونہ پر مُطّلع (واقف) ہو کر اُسے کافر نہ جانے وہ بھی کافر اور جو اس کے کافر ہونے میں شک و تردّد کو راہ دے وہ بھی کافر...اِلخ۔ (ختم النبوۃ، مصنفہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا، ص:5-6)

"بحر الکلام" میں اِرشاد فرمایا: اہلِ سنت و جماعت کا اس پر اِتفاق ہے کہ ہمارے نبی کے بعد کوئی نبی نہیں۔ اس پر اِرشادِ ربانی: ﴿ولٰکن رَّسُولَ اللہِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ﴾ ناطق ہے اور ارشادِ رسول لا نبی بعدی" شاہد ہے۔ الغرض قرآن و سنت دونوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی آخری نبی ہیں، لہٰذا جو ہمارے نبی کے بعد کسی کو نبی کہے یا ہمارے نبی کے آخری نبی ہونے میں شک کرے وہ کافر

ہے، اس لیے کہ حجت نے حق و باطل کو واضح کر دیا ہے، پس حضور کے بعد جو نبوّت کا دعویٰ کرے تو اس کا دعوی بلاشبہ باطل ہے۔ امام اعظم کے عہد میں ایک شخص نے نبوت کا دعوی کیا اور کہا کہ مجھے موقع دو کہ میں اپنی نبوّت کی نشانیاں پیش کروں تو حضرت اِمام نے فرمایا: جس نے بھی اس سے اس کی نبوّت کی علامت طلب کی، وہ کافر ہو گیا؛ اس لئے کہ حضور فرما چکے ہیں کہ لا نبیّ بعدِی" میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ یہ واقعہ "مناقب الإمام" اور "الفتوحات المکیة "دونوں میں مذکور ہے۔ "مهدية المهدين" میں فرمایا کہ حضور ﷺ پر جو اِیمان واجب ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ ہم آپ کو فی الحال اپنا رسول بھی مانیں اور آخری نبی اور آخری رسول بھی تسلیم کریں ۔ پس اگر کسی نے آپ کو رسول مان لیا لیکن یہ نہیں تسلیم کیا کہ آپ آخری رسول ہیں، قیامت تک جس کا دین منسوخ نہ ہوگا تو وہ مومن نہیں اور "الأشباہ" میں "کتاب السیر" میں فرمایا کہ جس نے حضور ﷺ کو آخری نبی تسلیم نہیں کیا، وہ مسلمان نہیں؛ اس لیے کہ آپ کو آخری نبی ماننا ضروریاتِ دین میں سے ہے۔[(1)]

جھوٹے مُدعیانِ نبوت:

پھر اہلِ اسلام کا اس گروہ کے ساتھ یہ سلوک کہ انہیں کافر و دائرۂ اِسلام سے خارج قرار دینا اور مرتد سمجھنا امتیازی نہیں بل کہ بعثتِ نبوی ﷺ سے لے کر آج تک جس کسی نے بھی جھوٹی نبوّت کا دعویٰ کیا، اہلِ اسلام نے اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا کہ علمائے کرام نے

1۔ نظریہ ختم نبوت اور تحذیر الناس، مصنفہ علامہ سیّد محمد مدنی میاں جیلانی، ص: 28

انہیں کافر مرتد قرار دیا اور رجوع نہ کرنے کی صورت میں اکثر کے خلاف حُکّامِ وقت نے جنگ کی اور انہیں جہنم رسید کیا۔

چناں چہ چند مشہور جھوٹے مُدّعیانِ نبوّت کے نام ملاحظہ فرمائیں:

1:۔ مسیلمہ کذّاب 2:۔ سجاح بنت حارث 3:۔اَسود عنسی 4:۔ طلیحہ اسدی 5:۔ حارث دمشقی 6:۔ مختار بن ابو عبید ثقفی 7:۔ مغیرہ بن سعید 8:۔ بیان بن سمعان 9:۔ صالح بن ظریف 10:۔ استاذ سیس خراسانی 11:۔ اسحاق اخرس 12:۔ حمدان بن اشعث قرمطی 13:۔ علی بن محمد خارجی 14:۔ حامیم یا عامیم بن من اللہ 15:۔ علی بن فضل یمنی 16:۔ ابو القاسم احمد بن قسی 17:۔ ابو الطیب احمد بن حسین متنبی 18:۔ عبد الحق بن سبعین مرسی 19:۔ بایزید روشن جالندھری 20:۔ میر محمد حسین مشہدی 21:۔ غلام احمد قادیانی

فتنۂ قادیانیت:

غلامی ایک لعنت ہے، جس میں انگریز کے ہندوستان آکر بڑی عیاری و مکاری سے تسلّط حاصل کرنے لینے کے بعد سے ہندوستان کے مسلمان گرفتار تھے، پھر 1857ء سے لے کر 1947ء تک جس قسم کے کرب ناک حالات سے مسلمانوں کو دو چار ہونا پڑا اور جس قسم کی ذلّت کی زندگی مسلمانوں نے بسر کی، اس کی کیا کیفیت تھی، یہ کوئی مخفی چیز نہیں ۔ اس دوران سب سے بڑی مصیبت جو ہمیں پیش آئی، وہ یہ تھی کہ ہمارے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے اور اس کی بنیاد کو متزلزل کرنے کے لئے فرنگی سامراج نے کئی چالیں چلیں، اس نے ہمارے ایمان کی اَساس کو کھوکھلا کر کے اس کا خاتمہ کرنا چاہا، اللہ تعالیٰ نے علماء و مشائخ مِلّت کے ذریعے اس دشمن کی ہر سازش کا پردہ چاک کیا، ہمارے مُحسنین نے بر وقت اہلِ اسلام

کو آگاہ کیا اور باطل کے ہر فتنے کا ہر میدان میں مقابلہ کیا اور مسلمانوں کے ایمان کو بچایا، مِلّت کے ان خیر خواہوں کی کاوشوں سے ہمیں غلامی کی ذِلّت سے نجات بھی ملی اور ہمارے ایمان بھی محفوظ رہے۔

ان فتنوں میں ایک بڑا فتنہ قادیانیت کے نام سے رونما ہوا، جس کا بانی مرزا غلام احمد قادیانی (متوفی: 1908ء) تھا، جو 1839ء میں مشرقی پنجاب کے ضلع گورداس پور، قصبہ قادیان میں پیدا ہوا، شروع شروع میں اس نے ایک مناظر اور مبلغ اسلام کی حیثیت سے شہرت حاصل کی، تقابلِ اَدیان کا خوب مطالعہ کیا، خصوصاً عیسائیت، ساتن دھرم اور آریہ سماج کی کُتُب پر دسترس حاصل کی اور یہ وہ دَور تھا کہ جس میں مناظروں کا بہت رواج تھا، عیسائی پادری عیسائیت کی تبلیغ کرتے اور دین اسلام کی تردید کرتے ۔ دوسری طرف آریہ سماج کے مُبلّغ بھی اسلام کے خلاف سرگرم تھے اور جنگ آزادی (1857ء) کے بعد انگریزوں نے ہندوستانی عوام پر حکومت کرنے کے لیے جو پالیسی وضع کی اس کا بنیادی نقطہ یہ تھا کہ لڑاؤ اور حکومت کرو۔[(2)]

تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ انگریز جب ہندوستان آیا تو اس نے اپنے اقتدار کے حصول اور اس کے طول کی غرض سے مختلف اوقات میں مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے اَفراد کو خریدا۔ جیسے بنگال میں حصول اقتدار کے لئے میر جعفر کو اور میسور کے شیر (ٹیپو سلطان) کی جدو جہد کو ناکام بنانے کے لئے میر صادق کو خریدا اور مسلمانوں کے عقائد کو برباد کرنے اور قتل و غارت کے ذریعے طاقت کو کمزور کرنے کے لئے

2۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے جھوٹے دعوے، مصنف سید محمد سلمان شاہ، ص:1

اسماعیل دہلوی اور سید احمد رائے بریلی کو چنا اور مسلمانان ہند کے دلوں سے انبیا واولیا کی عقیدت اور محبت نکالنے کے لیے رشید احمد گنگوہی، خلیل احمد انبیٹھوی و غیر ہم پر ہاتھ رکھا، اور اہلِ اسلام کے قلوب سے عقیدۂ آخرت کو نکالنے اور اُن کی زندگی کو بے مقصد ثابت کرنے کے لیے سرسیّد احمد خان سے کام لیا اور مسلمانانِ ہند کے جذبۂ جہاد سے تنگ آکر اس کی منسوخی کو ثابت کرنے کے لئے غیر مقلد مولوی محمد حسین بٹالوی نام نہا داہلِ حدیث کو منتخب کیا۔[3]

آل انڈیا سنی کانفرنس اور ردِّ قادیانیت:

20شعبان المعظم بمطابق 16تا 19مارچ 1925ء کو تیسری سُنّی کانفرنس کے چار روزہ تاسیسی اجلاس کے موقع پر جو جامعہ نعیمیہ مراد آباد میں منعقد ہوا، جس میں کثیر تعداد میں علما و مشائخ نے شرکت فرمائی خصوصاً صدرُالافاضل سیّد محمد نعیم الدین مراد آبادی، پیر سید جماعت علی شاہ صاحب، حجۃ الاسلام علامہ حامد رضا خاں، سید احمد اشرفی کچھوچھوی، حضرت علامہ سیّد غلام قطب الدین پر ہمچاری، پروفیسر علی گڑھ یونیورسٹی علامہ سید محمد سلیمان اشرفی، حضرت علامہ شاہ احمد مختار میر ٹھی ، علامہ عبد المجید آنولوی، علامہ عبد الحفیظ آنولوی، علامہ سیّد محمد محدّث کچھوچھوی، حضرت علامہ مولانا محمد یعقوب خان بلاسپوری، علامہ سیّد محمد فاضل کچھوچھوی، علامہ معون حسین رامپوری اور علامہ محمد یاسین چڑیاکوئی وغیر ہم،اس کانفرنس

3۔ جیسا کہ موصوف نے جہاد کی منسوخی پر"الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے نام سے کتاب لکھی پھر اس کے ترجمے اردو اورانگریزی میں ہوئے اور انگریز حکومت کی طرف سے اسے جاگیریں ملیں۔دیکھئے حواشی تخلیق پاکستان میں علماے اہلِ سنت کا کردار،ص: 50۔

میں پیش کی گئی تجاویز کی روشنی میں اعلامیۂ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ کے خلیفہ علامہ شاہ احمد نورانی کے تایا مبلغ اسلام حضرت علامہ احمد مختار میرٹھی نے پڑھ کر سنایا، یادر ہے ان دنوں افغانستان کے فرماں روا امیر امان اللہ خان مرتدّینِ اسلام قادیانیوں کو ارتدادِ جرم میں قتل کر دیا تھا، جو اس اِعلامیہ میں کہا گیا کہ یہ اجلاس عام، بادشاہ دولتِ خُدا داد افغانستان کے امیر امان اللہ خان خلد اللہ ملکہ کے قتلِ مرتدین کو عین مطابق شرع مبین پاتا ہے اور اجرائے حدودِ شرعیہ پر ہدیہ مبارک باد پیش کرتا ہے، جن اخباروں نے اس کے خلاف آواز بلند کی ہے، وہ بالیقین دینِ متین سے جاہل و بے خبر ہیں، اجلاس ان کی اس خلافِ شرع آواز پر سخت نفرت و حقارت کا اظہار کرتا ہے۔ یہ اجلاسِ عام، جو سات کروڑ مسلمانانِ ہند کا قائم مقام ہے اور ہر حصہُ ملک کے علمائے اہلِ سنت و جماعت پر مشتمل ہے۔ مرزائیوں کی صدائے احتجاج کی بنا پر لیگ آف نیشنز اور گورنمنٹ آف انڈیا کو توجہ دلانا چاہتا ہے کہ حکومت افغانستان کا ہلاکت قادیان مذہبی مسئلہ ہے، اس میں کسی حکومت کی مخالفانہ آواز صریح مذہبی مداخلت ہوگی، جس کو مسلمان کسی طرح گوارا نہیں کر سکتے، اس اِعلامیہ کی روشنی میں مسلمانانِ ہند نے بھی قادیانیت سے نفرت و بیزاری کا اِظہار کیا۔[4]

تحریری خدمات:

علما و مشائخِ اہلِ سنت نے قادیانیت کے ردّ میں تحریری طور پر بھی

4۔ سنی کانفرنس کا تسلسل، مصنفہ علامہ نسیم احمد صدیقی، ص:29-30

بڑا کام کیا ہے۔

چناں چہ اس سلسلہ میں چند کتابوں اور ان کے مصنفین کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

(1) المقالة المسفرة عن أحكام البدعة الكفرة، مصنّف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1884م)

(2) السوء العقاب على المسيح الكذاب، مصنّف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ : 1901م)

(3) المستند المعتمد بناء نجاة الأبد، علامہ فضل رسول بدایونی کی کتاب پر عربی میں حاشیہ از اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1902ء)

(4) قهر الديان على مرتد بقاديان، مصنّف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1899ء)

(5) جزاء الله عدوه بإبانه ختم النبوة، مصنّف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1899ء)

(6) حسام الحرمين على منحر الكفر المين، مصنّف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1906ء)

(7) باب العقائد والكلام ، در فتاوی رضویہ جلد اول، مصنّف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1917 ء)

(8) المبين ختم النبيين، مصنّف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوع : 1908ء)

(9) الجراز الدياني على مرتد قادیانی ، مصنف: اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی (مطبوعہ: 1921ء)

(10)الصارم الرباني على اسراف القادياني ، مصنف: حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خان صاحب بریلوی (مطبوعہ: 1897ء)

(11) رجم الشياطين على اغلوطات البراهين، مصنف: غلام دستگیر قصوری صاحب (مطبوعہ: 1885ء)

(12) شمس الهدايه في إثبات الحيات المسيح، مصنف: حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (مطبوعہ: (1900)

(13) سیف چشتیائی، مصنف: پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی (مطبوع: 1902ء)

(14) الإهام الصحيح في إثبات حيات المسيح، مصنف: مولانا غلام رسول شہید امرتسری (مطبوعہ : 1893ء)

(15) فوائد فریدیہ، مصنف: خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں شریف (مطبوعہ: 1900ء)

(16) بے نقطہ قصیدہ عربیہ (چالیس اَشعار)، مصنف: مولا نا ابو الفیض محمد حسن فیضی صاحب (مطبوعہ: 1899ء)

(17) کلمہ فضل رباني بجواب اوهام غلام احمد قادیانی ، مصنف: مولانا قاضی احمد لودھیانوی صاحب (مطبوعہ: 1898 ء)

(18) ہفت روزہ سراج الاسلام جہلم، زیر اِدارت مولانا ابو الفضل صاحب ۔ اس اخبار نے دیگر باطل فرقوں کے ساتھ ساتھ قادیانی فرقہ کی

تردید میں بے مثال خدمات سر انجام دیں۔

اور اس کے بعد بھی علمائے اہلِ سنّت نے مرزائیت کے ردّ میں بہت سی کتابیں لکھیں، لہذا یہ کہنا کہ بریلوی حضرات کی اس سلسلے میں خدمات صفر ہیں، سورج کو جھٹلانے کے مترادف ہے۔

زیرِ نظر کتاب: "الدّرر السّنية فی الرّد علی القادیانیة" بنام بنام "تفسیرِ صغیر" کا علمی و تحقیقی جائزہ" بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے، جسے میرے شاگردِ رشید، دار الإفتا النّور کے اہم ترین رُکن مفتی و مُصدّق مفتی مہتاب احمد قمر نعیمی صاحب حفظہ اللہ نے بڑی عَرق ریزی سے تحقیقی انداز سے لکھا ہے، جو مرزا بشیر الدّین محمود قادیانی کی فتنہ انگیز تفسیرِ صغیر کا علمی و تحقیقی ردّ ہے۔ میں نے اسے لفظ بلفظ پڑھا اور اسے اپنے موضوع کے اِعتبار سے منفرد اور لاجواب پایا۔

مرزا قادیانی کی تفسیرِ صغیر مختلف اعتبارات سے مردود ہے کہ عقائدِ کُفریہ پر مشتمل ہونے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوّت ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ تحریفِ معنوی اور ترجمہ و تفسیر بالرّائے سے بھری ہوئی ہے۔

محترم جناب سیّد رفیق شاہ صاحب کی تحریک پر بانی جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت (پاکستان) کراچی، مُحسنِ اہلسنّت حضرت علاّمہ محمد عرفان ضیائی صاحب مدظلّہ العالی نے حکم فرمایا کہ تفسیرِ صغیر کا بالاستیعاب مطالعہ کرکے اس کے ان مقامات کی نشاندہی کی جائے تو جہاں کُفریہ مقام مذکور ہیں اور ان عقائد کے کُفریہ ہونے کو ثابت کیا جائے۔اسی طرح جہاں جہاں لکھنے والے نے مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوت کو ثابت کرنے کے لئے تحریفِ معنوی سے کام لیا ہے اور تفسیر بالرائے کا مرتکب ہوا ہے۔ان مقامات کی نشاندہی کے ساتھ ساتھ اس کا رڈ کیا جائے تو اس کام کے لئے دارالإفتاء النّور کے محترم مُفتیانِ کرام کے مشورے سے یہ طے پایا کہ مفتی

مہتاب احمد نعیمی زید علمہ کو اس کی ذمہ داری دی جائے۔اسی طرح مفتی صاحب موصوف نے یہ کام شروع کیا۔

ربّ کریم مفتی مہتاب احمد زید علمہ کے اس رسالے کی سعی کو مشکور فرمائے، ان کے جان ،مال ،عزّت آبرو، آل واولاد اور علم و عمل میں برکتیں اور وسعتیں عطا فرمائے اور اسی طرح انہیں دینِ متین اور اسلام اور مسلمین کی خدمت کرتے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

فقط: عبدہ محمد عطاء اللہ نعیمی

خادم دار الحدیث والافتاء جامعۃ النور

جمعیّت اشاعت اہلِ سنّت پاکستان (کراچی)

مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی تفاسیر کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ

از مہتاب احمد قمر نعیمی

اس کی تفاسیر پر کلام کرنے سے پہلے اس کی علمی قابلیت و صلاحیت بیان کرنا ضروری ہے کہ مُفسّرِ قرآن کے لیے علم کا سمندر ہونا ضروری ہے اور جب آپ اس کا علمی حال جان لیں گے تو آپ یہ کہنے پر مجبور ہو جائیں گے کہ جس نالائق کو علم کے سمندر سے قطرے کی سی بھی نسبت نہیں ہے، اسے کیا ضرورت تھی کہ وہ تفسیر جو کہ اعلیٰ ترین علمی تحریری کام ہے، اس کے لیے اپنا نالائق و نااہل قلم اٹھائے۔

مرزا بشیر الدین محمود قادیانی کی علمی اہلیّت

چناں چہ مرزا بشیر الدین کی علمی صلاحیّت و قابلیّت کے متعلق مفتی محمد صادق لکھتے ہیں: "حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا صاحب) بھی کسی کے شاگرد نہ تھے اسی طرح آپ (یعنی میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان) بھی کسی کے شاگرد نہیں ہیں، بے شک آپ اسکول میں پڑھتے رہے ہیں۔ مجھ سے بھی پڑھتے رہے ہیں، اس زمانے میں، میں ہیڈ ماسٹر تھا یا مولوی شیر علی صاحب تھے۔ آپ (میاں محمود احمد) اسکول میں پڑھتے تھے مگر ہر جماعت میں فیل ہوتے تھے (لیکن ہم پھر بھی اگلی جماعت میں چڑھا دیتے تھے؛ اس لئے کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا) کے فرزند ہیں۔ آپ نے مڈل کا امتحان دیا اور میں ساتھ گیا، اس میں بھی آپ فیل ہوئے، پھر انٹر کا دیا، اس میں بھی آپ فیل ہوئے۔[(5)]

5... الفضل، قادیان، ۲۳/ ۲، نمبر: 79، ۱۲ اکتوبر 1935م۔

بلکہ مرزا محمود خود اپنی تعلیمی کیفیت بیان کرتے ہوئے خود لکھتا ہے: "میری تعلیمی حالت نہایت معمولی تھی سستی کہو یا صحت کی کمزوری کا خیال کرلو میں اسکول میں کبھی اچھے نمبروں پر کامیاب نہیں ہوا تھا۔ دینی تعلیم ایسی تھی کہ میرے گلے اور آنکھوں کی تکلیف کو مد نظر رکھتے ہوئے حضرت خلیفۃ المسیح "اوّل کتاب" خود پڑھا کرتے تھے۔ آپ خود کمزور اور بوڑھے تھے۔ مگر میری صحت کا اس قدر کمزور خیال فرمایا کرتے تھے کہ بخاری اور مثنوی رومی خود پڑھتے اور میں سنتا جاتا۔ عربی ادب کی کتابیں بھی خود ہی پڑھتے اور جب میں پڑھنا چاہتا تو فرمایا کرتے میاں تمہارے گلے کو تکلیف ہوگی۔ مجھے یاد ہے بخاری کے ابتدائی چار پانچ سپارے تو ترجمہ سے پڑھائے مگر بعد میں آدھ آدھ پارہ روزانہ بغیر ترجمہ کے پڑھ جاتے۔ صرف کہیں کہیں ترجمہ کر دیتے اور اگر میں پوچھتا تو فرماتے جانے دو۔ خدا خود ہی سمجھا دے گا۔(6)

قارئین کرام! یہ ہے قادیان کے نام نہاد مفسّر کا علمی مقام و مرتبہ اور چلے ہیں قرآن حکیم کی تفسیر کرنے تو یقیناً اس کا نتیجہ یہی ہونا تھا کہ اس کے نالائق قلم سے ناحق تفسیر معرض وجود میں آنی تھی اور وہ آگئی جیسا کہ آپ پر عیاں ہو جائے گا ان شاء اللہ۔

بہت شور سُنتے ہیں پہلو میں دِل کا
جب چیرا تو اِک قطرہ خُون نکلا

مرزا کا تفسیر نویسی پر چیلنج اور اس کی بدترین شکست

6... الفضل، قادیان، ج:۲۰، نمبر:۱۳۳، ۹ مئی 1933م۔

ہر نام نہاد کو مفت نام کمانے کا شوق ہوتا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ مرزا محمود قادیانی نے یہ شوق پورا کرنے کے لیے اور اپنا علمی مقام و مرتبہ ثابت کرنے کے لیے تفسیر نویسی پر چیلنج کر دیا تو مولوی ثناء اللہ صاحب مقابلے میں آئے۔

چناں چہ اس چیلنج اور اس کی ناکامی و شرمندگی کو "پیغامِ صلح" میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے: "کیا آپ کو علم نہیں جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے تمام دنیا کو اپنے مقابل تفسیر نویسی کے لئے بلایا اور کہا کہ خداتعالیٰ مجھے تمام معارف خود بتائے گا اور سب کے سب معارف ایسے ہوں گے جو پہلی تفاسیر میں موجود نہ ہوں گے مگر جب مولوی ثناء اللہ بالمقابل ڈٹ گیا اور یہاں تک میاں صاحب کو اجازت دی کہ آپ مقابلہ کے وقت جو کتاب چاہیں ساتھ رکھ لیں میں سادا کاغذ اور قلم لے کر مقابل ہوں گا۔ تو بھی جناب میاں صاحب خاموش ہی رہے اور اب تک مولوی ثناء اللہ شرمندہ کر رہا ہے۔" (7)

لہٰذا مرزا بشیر الدین قادیانی کسی طور پر قرآن کی تفسیر کرنے کی صلاحیت و قابلیت نہیں رکھتا تھا، بس یہی وجہ بنی کہ اس کے نالائق قلم سے قرآنِ پاک کے ایسے فاسد، باطل و بے کار مطالب و مفاہیم بیان ہوئے، جو متقدّمین مُفسّرین نے بیان کیے نہ متأخّرین مُفسّرین نے رقم فرمائے۔ پناہ بخدا!!!

قادیانی تفاسیر باطلہ کی فہرست

قادیانی تفاسیر، مثلاً: مرزا غلام احمد کی تفسیر: "تفسیر"، حکیم نور الدّین کی تفسیر: حقائق القرآن"، مولوی میر محمد سعید کی تفسیر: اَوضح القرآن مسمّیٰ بہ تفسیر احمدی"،

7... پیغامِ صلح، 22/7، نمبر ۷، ۱۹،۳ جون ۱۹۳۴ء۔

مولوی غلام حسین نیازی کی تفسیر: حُسنِ بیان "،ڈاکٹر بشارت احمد کی تفسیر: انوار القرآن"، محمد علی لاہوری کی تفسیر: "بیان القرآن"، مولوی عبد اللطیف بہاولپوری کی چار سورتوں کی تفاسیر: 1"۔دستور الارتقاء تفسیر سورۃ الاسراء2:۔ تفسیر سورۂ کہف 3:۔البشریٰ للیائسین تفسیر سورۃ یٰس 4:۔ تفسیر سورۂ قیامہ والدہر"، شیخ عبد الرّحمن کی تفسیر: تفسیر سورۂ اعلیٰ"، پیر صلاح الدّین کی تفسیر: قرآنِ مجید ترجمہ مع تفسیر"، مرزا طاہر احمد کی تفسیر: "قرآنِ مجید 'س'، پیر معین الدّین کی تفسیر: مخزنِ معارف"، "کفیلہ خانم کی تفسیر: "مناہل القرآن" اور مرزا بشیر الدین محمود کی تفسیر: تفسیرِ کبیر ہو یا زیرِ نظر تفسیر: "تفسیرِ صغیر" ہو، الغرض تمام تفاسیر باطل و مردود ہونے میں یکساں ہیں؛ کیوں کہ دونوں ہی عقائدِ کفریہ سے بھری ہوئی ہیں۔ ہر ایک میں مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبّوت ثابت کی گئی ہے اور وہ ساری آیات جو نبیّ آخر الزماں حضرت محمد ﷺ کی ختمِ نبّوت کو بیان کر رہی ہیں، انہیں مرزا غلام احمد قادیانی پر چسپاں کیا گیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قادیانیوں نے تاویلاتِ فاسدہ و باطلہ کر کے اپنے آپ کو دلدل میں پھنسا دیا ہے اور عالمِ اَرواح میں زبانِ حال سے کہ رہے ہوں گے:

ہوئے ہم جو مَر کے رُسوا ہوئے کیوں نہ غرقِ دریا
نہ کہیں جنازہ اُٹھتا نہ کہیں مَزار ہوتا

نیز دونوں میں تحریفِ معنوی سے کام لیا گیا۔

مرزا بشیر الدین محمود نے دو تفسیریں لکھی ہیں:

(1) تفسیرِ کبیر۔(2) تفسیرِ صغیر۔

تفسیرِ کبیر کا تعارف

اس کی تفسیرِ کبیر دس(10) جلدوں پر مشتمل ہے اور یہ پورے قرآن کی تفسیر نہیں ہے، چند صورتوں کی تفسیر ہے۔

مرزا بشیر الدّین قادیانی کی درج بالا دونوں تفاسیر تحاریفِ معنویہ، تاویلاتِ فاسدہ اور عقائد باطلہ پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے یکساں ہیں، البتہ نام کا فرق ہے اور اس میں بھی مطابقت و مناسبت ہے کہ تفسیرِ کبیر (بڑی) میں بڑی بڑی اغلاط ہیں اور تفسیر صغیر (چھوٹی) میں تھوڑی اغلاط ہیں تو یوں دونوں اسم بہ مسمّٰی ہیں اور تھوڑی بھی تفسیرِ کبیر کے مقابلے میں کہا گیا ورنہ اس میں بھی بہت زیادہ اغلاط ہیں۔

بعض مقامات ایسے ہیں کہ دونوں میں وہ غلط تفسیر موجود ہے، جیسے اٰلاٰخِرَۃِ کا بے بنیاد اور خود ساختہ غلط ترجمہ دونوں میں ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ یُوْقِنُوْنَ﴾ [8]

ترجمہ: (مؤمنین وہ ہیں، جو) آخرت پر یقین رکھیں۔ (کنز الایمان)

اور ترجمہ قادیانی: اور آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی) یقین رکھتے ہیں۔[9]

قارئینِ کرام! دیکھا آپ نے کہ کس عیّاری و مکّاری کے ساتھ آخرت کا ترجمہ کس طرح " آئندہ ہونے والی (موعود باتوں) " سے بدل دیا، وہ بھی کھینچ تان

8... سورۃالبقرۃ: 4۔

9... تفسیر کبیر: ۱/۱۳۶/ تفسیر صغیر، صفحہ: ۵۔

کر، قوسین لگا کر۔ معاذ اللہ! حالاں کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا ہے کہ آخرت سے یہ ہر گز مراد نہیں ہو سکتا تو تفسیر کرنے والا کیسے اس کا مُرتکب ہو گیا؟ وجہ ظاہر وباہر ہے کہ وہ اپنے معشوق مرزا غلام احمد قادیانی علیہ ما علیہ پر ایمان لانے کو مؤمن ہونے کے لیے شرط قرار دینا چاہتا ہے۔ پناہ بخدا!

تمام مفسّرین کے ہاں آخرت سے قیامت اور جو کچھ اس میں جزا، حساب، سوال،، مؤمنین کو جنت میں داخل کرنا اور کفّار کو دوزخ میں بھیجنا وغیرہ ہے، وہ مراد ہے، لہذا آیت کا مطلب ہوا: مومنین وہ ہیں، جو قیامت اور جو کچھ اس میں جزا وحساب وغیرہ ہے، اس سب پر بغیر کسی شک وشبہ کے یقین واطمینان رکھتے ہیں۔

چناں چہ امام ابو جعفر طبری، متوفی:310ھ، رقم طراز ہیں:

أما الآخرة، فإنها صفة للدّار، كما قال جل ثناؤه: {وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ}[العنكبوت: 64][10]

یعنی، ''الْاٰخِرَةِ'' ''دار'' کی صفت ہے یعنی دارِ آخرت جیسا کہ اللہ جلّ ثنائہ نے فرمایا: اور بے شک دارِ آخرت ہی سچّی زندگی ہے کیا اچھا تھا اگر جانتے۔

اور امام المفسّرین امام فخر الدین رازی، متوفی:606ھ لکھتے ہیں:

الآخرة صفة الدار، وسميت بذلك لأنها متأخرة عن الدنيا... أن الله تعالى مدحهم على كونهم متيقنين بالآخرة،

10۔ تفسير الطبري=جامع البيان عن تأويل آي القرآن، 1/ 250

ومعلوم أنه لا يمدح المرء بأن يتيقن وجود الآخرة فقط، بل لا يستحق المدح إلا إذا تيقن وجود الآخرة مع ما فيها من الحساب والسؤال وإدخال المؤمنين الجنة، والكافرين النار.[11]

یعنی ''**اَلْاٰخِرَۃِ**'' ''دار'' کی صفت ہے اور اسے دارِ آخرت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دارِ دنیا کے بعد ہے۔۔۔ اور اللہ تعالی نے یہاں اس بات پر مؤمنین کی مدح سرائی فرمائی کہ وہ قیامت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ بات بدیہی ہے کہ کسی کی مدح صرف اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ وہ قیامت کے وجود کا یقین رکھتا ہے بلکہ وہ مدح کا مستحق اسی صورت میں ہو گا جب وہ قیامت اور جو کچھ اس میں جزا، حساب، سوال، ،مؤمنین کو جنت میں داخل کرنا اور کفار کو دوزخ میں بھیجنا وغیرہ سب چیزوں پر یقین واطمینان رکھتا ہو گا۔

اور مذکورہ تفاسیر کو مرزا بشیر قادیانی خود مانتا اور اپنی تفسیر کا ماخذ بھی بناتا ہے۔

اور بعض ایسے مقامات ہیں کہ ایک تفسیر میں تو اس نے غلط تفسیر کی اور دوسری میں وہ غلطی موجود نہیں۔

مرزا کی تفسیرِ کبیر کے چند مقاماتِ باطلہ

قارئین کرام! تفسیرِ صغیر میں موجود تفسیری اَغلاط کو آپ اس رَدّ میں ملاحظہ فرمالیں گے، البتہ یہاں چند ایسی اَغلاط کی نشاندہی کی جارہی ہے، جن کا مرزا بشیر

11۔ مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، تحت هذه الآیة،2/ 278

الدین محمود قادیانی نے تفسیرِ کبیر میں ارتکاب کیا ہے۔

فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا یا اللہ کو؟

نمبر 1:۔ اللہ تعالی نے واضح الفاظ میں فرمایا:" فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیا "، اور مرزا بشیر الدین قادیانی نص صریح کا انکار کرتے ہوئے کہتا ہے:" فرشتوں نے اللہ کو سجدہ کیا۔"

چناں چہ اللہ تعالی فرماتا ہے: وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْۤا اِلَّاۤ اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰى [12]

ترجمہ: اور جب ہم نے فرشتوں سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب سجدے میں گرے مگر ابلیس اُس نے نہ مانا۔ (کنز الایمان)

اور مرزا بشیر الدین قادیانی کی تفسیرِ کبیر میں تحریف معنوی کرتے ہوئے ترجمہ کیا گیا:

اور (یہ بھی یاد کرو کہ) جب ہم نے ملائکہ سے کہا کہ آدم (کی پیدائش کے شکریہ میں خدا کو) سجدہ کرو تو ابلیس کے سوا سب نے سجدہ کیا اور اس نے انکار کیا۔[13]

اَعلام میں تغیّر کی اِجازت نہیں ہے

نمبر 2:۔ اللہ تعالی نے واضح الفاظ میں فرمایا: میں نے مسجد حرام سے مسجدِ اقصیٰ تک کی سیر کرائی لیکن مرزا قادیانی نے مسجدِ اَقصیٰ کا لغوی معنی کر کے تحریفِ معنوی کا ارتکاب کیا حالاں کہ اَعلام میں تغیّر کی اِجازت نہیں ہے، نیز یہ

12۔ طٰہٰ:116۔

13۔ تفسیر کبیر:5/471۔

تفسیر اس وجہ سے بھی باطل و مردود ہے کہ یہ احادیث مُبارکہ و تفاسیر مُعتمدہ کے خلاف ہے۔

چناں چہ اِرشادِ باری تعالیٰ ہے: سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ[14]

ترجمہ: پاکی ہے اسے جو راتوں رات اپنے بندے کو لے گیا مسجدِ حرام (خانہ کعبہ) سے مسجدِ اَقصیٰ (بیت المقدس) تک جس کے گرداگرد ہم نے برکت رکھی۔ (کنز الایمان)

کیا "اَلْمَسْجِدِ الْاَقْصَا" سے مسجدِ نبوی مراد ہے؟

مرزا بشیر الدین قادیانی کی تفسیرِ کبیر میں تحریف معنوی کرتے ہوئے ترجمہ کیا گیا: پاک (ذات اور صفات) ہے وہ (خدا) جو رات کے وقت اپنے بندے کو (اس) حُرمت والی مسجد سے اس دور والی مسجد تک جس کے اِرد گرد کو (بھی) ہم نے برکت دی ہے۔[15]

اس آیت کی تفسیر میں مرزا قادیانی اپنی من مانی تفسیر کرتے ہوئے مسجدِ اَقصیٰ کو مسجد نبوی ثابت کر کے واقعہ مُعراج کو ہجرتِ مدینہ سے تعبیر کرنا چاہتا ہے۔ پناہ بخدا!!!!

"رَجُلًا مَّسۡحُوۡرًا" کا صحیح ترجمہ:

نمبر3:۔ تفسیرِ کبیر میں درج ذیل آیت میں مذکور لفظِ مسحور کے

14۔ بنی اسرائیل: 1۔

15۔ تفسیر کبیر، 4/279۔

معنی میں رائے سے کام لیا گیا ہے۔"مسحور" یہاں "جادوزدہ" کے معنی میں ہے اور جمہور مفسّرین سے یہی منقول ہے یا بعض نے اس کا معنی کیا ہے:"آواز کے ساتھ رونے (نوحہ کرنے)والا شخص ہے۔" لیکن مرزا بشیر الدّین نے اس کا معنی کیا:"جسے کھانا کھلایا جاتا ہے" حالاں کہ اس کا یہ والا معنی یہاں مراد نہیں ہے۔

چناں چہ قرآنِ حکیم میں ہے:وَ قَالَ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا[16]

ترجمہ : تم تو پیروی نہیں کرتے مگر ایک ایسے مرد کی جس پر جادو ہوا۔(کنز الایمان)

مرزابشیر الدین قادیانی کا ترجمہ: ظالم کہتے ہیں:تم تو ایسے آدمی کے پیچھے چل رہے ہو، جس کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔[17]

اس آیت کی تفسیر میں امام ابوالحسن مقاتل بلخی، متوفی:150ھ تحریر فرماتے ہیں:**رَجُلًا مَسْحُوراً یعني أنه مغلوب علی عقله.**[18]

یعنی: جس کی عقل پر جادو غالب آجائے اسے "مسحور" کہا جاتا ہے۔

اور امامُ المفسّرین امام طبری، متوفی:310ھ رقم طراز ہیں:

16۔ الفرقان:8۔

17۔ تفسیر کبیر،6/447

18۔ تفسیر مقاتل بن سلیمان، 3/ 227

وکان بعض أهل العربية من أهل البصرة يذهب بقوله: {إن تتبعون إلا رجلا مسحورا} إلى معنى: ما تتبعون إلا رجلا له سحر: أي له رئة، والعرب تسمي الرئة سحراً---.(إِنْ تَتَّبِعُونَ) أيها القوم باتباعكم محمدا (إِلا رَجُلا) به سحر.[19]

یعنی: بعض بصری عرب نے اس آیت کا معنی کیا ہے: تم تو اس شخص کی پیروی کر رہے ہو، جس کے ساتھ بلند آواز سے رونا ہے اور عرب نوحہ کرنے کو سَحْر کہتے ہیں.... (اے قوم! تم محمد (ﷺ) کی اتباع کرنے کی وجہ سے) ایک جادو زدہ شخص ہی کی پیروی کرتے ہو۔

اور لغوی مفسّر امام ابراہیم ابو اسحاق زجاج، متوفی: 311ھ لکھتے ہیں:

وقال أهل اللغة في قوله: (إِلَّا رَجُلًا مَسْحُورًا) قولَيْنِ: أحدهما أن مَسْحوراً ذو سَحْرٍ، والسحْرُ الرئَةُ.[20]

یعنی: لفظِ مسحور میں اہلِ لغت کے دو قول ہیں: (1) جس شخص پر جادو کیا ہوا ہو، اسے مسحور کہتے ہیں۔ (2) سحر بلند آواز سے رونے (نوحہ کرنے) کو کہتے ہیں۔

اور امام المفسّرین امام فخر الدین رازی، متوفی: 606ھ لکھتے ہیں: والمسحور الذي قد سحر فاختلط عليه عقله وزال عن حد الاستواء هذا

19۔تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل آي القرآن،14/ 612، ---- 19/240،

20۔معاني القرآن وإعرابه، 3/ 243

هو القول الصحیح۔[21]

یعنی: جس شخص پر جادو ہوا ہو پھر اس کی عقل میں بگاڑ پیدا ہو جائے اور وہ حدّ اعتدال سے نکل جائے، اُسے مسحور کہا جاتا ہے۔ **یہی قول درست ہے۔**

مذکورہ دلائل سے آفتاب نصف النہار سے بھی زیادہ واضح و آشکار ہو گیا کہ آیتِ مذکور میں "مسحور" جادوزدہ شخص کے معنی میں ہے اور مرزا قادیانی کی من مانی مراد کا بطلان بھی ظاہر و باہر ہو گیا کہ اس نے جو یہ معنی بیان کیا: "جسے کھانا کھلایا جاتا ہے" محض لغوی معنی ہے، یہاں یہ مراد نہیں ہے اور مفسّرین کے خلاف ہے بلکہ ترجمہ بالرائے ہوا جو کہ حرام ہے۔

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ مرزا قادیانی کی تفسیر صغیر ہو یا کبیر دونوں مختلف اعتبارات سے مردود تفسیریں ہیں کہ دونوں عقائدِ کفریہ پر مشتمل ہونے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی جھوٹی نبوّت ثابت کرنے کے ساتھ ساتھ تحریفِ معنوی اور ترجمہ و تفسیر بالرّائے سے بھری پڑی ہیں اور تفسیر بالرّائے باطلِ محض ہے اور مُستلزِمُ الباطلِ باطل (جو باطل کو مستلزم ہے وہ خود باطل ہے۔)، لہٰذا مرزا کی تفسیر صغیر و کبیر دونوں باطل ہیں۔

ستارے جھلملا کے زیرِ دامانِ سحر آئے
ابھی تک جاگتا ہوں میں کہ شاید فتنہ گر آئے

حفاظتِ قرآن اور تحریفِ کلامِ الٰہی

اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب کو اُس کے الفاظ و معانی میں تحریف و تبدیل سے

21۔ مفاتیح الغیب = التفسیر الکبیر، تحت هذه الآیة، 20/ 351

محفوظ رکھنے کا ذِمّہ خود لیا ہے اور یہ حفاظت تا صبحِ قیامت رہے گی۔

چناں چہ اللہ جلّ جلالُہ اپنے کلام کے محافظ و نگہبان ہونے کا اِعلان کرتے ہوئے فرماتا ہے: اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔[22] ترجمہ: ”بے شک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بے شک ہم خود اس کے نگہبان ہیں۔“۔ پھر اس بلند و بالا ذات نے شیطانوں کو اپنا کلام سننے سے معزول کر دیا اور قرآنِ حکیم کو اپنے ہاں عزت والے، رفیع القدر صحیفوں میں رکھا، جنہیں پاکوں کے سوا کوئی بھی نہ چھو سکے اور جنہیں لوحِ محفوظ سے نقل کرنے کے لیے اپنے فرمانبردار فرشتوں کا انتخاب فرمایا جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا: فِیۡ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ ﴿۱۳﴾ مَّرۡفُوۡعَۃٍ مُّطَہَّرَۃٍۭ ﴿۱۴﴾ بِاَیۡدِیۡ سَفَرَۃٍ ﴿۱۵﴾ کِرَامٍۭ بَرَرَۃٍ ﴿۱۶﴾[23] ترجمہ: ”ان صحیفوں میں کہ عزت والے ہیں بلندی والے، پاکی والے ایسوں کے ہاتھ لکھے ہوئے، جو کرم والے، نکوئی والے۔“۔ پھر ربّ ذُو الجلال نے اپنی مخلوق میں کسی کو یہ اجازت نہیں دیا کہ وہ کلامِ الٰہی میں کسی طرح کی کوئی تبدیلی کر سکے؛ کیوں کہ فرمانِ باری تعالیٰ ہے: وَ اِذَا تُتۡلٰی عَلَیۡہِمۡ اٰیَاتُنَا بَیِّنٰتٍ ۙ قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَرۡجُوۡنَ لِقَآءَنَا ائۡتِ بِقُرۡاٰنٍ غَیۡرِ ہٰذَاۤ اَوۡ بَدِّلۡہُ ؕ قُلۡ مَا یَکُوۡنُ لِیۡۤ اَنۡ اُبَدِّلَہٗ مِنۡ تِلۡقَآیِٔ نَفۡسِیۡ ۚ اِنۡ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوۡحٰۤی اِلَیَّ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اِنۡ عَصَیۡتُ رَبِّیۡ عَذَابَ یَوۡمٍ

22۔ سورۃ الحجر: 9

23۔ سورۃ عبس: 13 – 16

عَظِيْمٍ [24] ترجمہ: "اور جب ان پر ہماری روشن آیتیں پڑھی جاتی ہیں وہ کہنے لگتے ہیں جنہیں ہم سے ملنے کی امید نہیں کہ اس کے سوا اور قرآن لے آیئے یا اسی کو بدل دیجئے تم فرماؤ مجھے نہیں پہنچتا کہ میں اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اسی کا تابع ہوں جو میری طرف وحی ہوتی ہے میں اگر اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے بڑے دن کے عذاب کا ڈر ہے۔"

پھر شریعتِ اسلامیہ نے مسلمانوں کی ایک بڑی جماعت کو تلاوتِ قرآن، حفظ قرآن، ترجمہ و تفسیر قرآن اور ضبطِ قرآن میں لگا دیا ہے اور یہ بھی تحریف لفظی و معنوی سے حفاظتِ قرآن کا بہترین طریقہ ثابت ہوا کہ اب کوئی اُٹھ کر قرآن حکیم کے کسی ایک حرف کو بھی بدلنے کی کوشش کرے تو سینکڑوں بلکہ ہزاروں چھوٹے بڑے مسلمان اس کے مقابل کھڑے ہوتے ہیں اور اس تحریف کو بیان کر کے اس تبدیلی کو جھوٹا ثابت کرنے میں فی الفور کامیاب ہو جاتے ہیں اور آخر کیوں کر نہ ہو کہ اللہ جلّ شانُہٗ نے حفاظتِ کلامِ پاک کا ذمّہ خود اٹھایا ہے؛ یہی وجہ ہے کہ ناقلینِ قرآن کے لیے ضَبطِ تام [25] ضروری نہیں ہے کہ وہ تبدیل

24۔ سورۃ یونس:15۔

25۔ امام ابو برکات نَسَفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، متوفی: ۷۱۰ھ لکھتے ہیں: "الضبط: هو سماع كلامه كما يحق سماعه، ثمّ حفظ ذالك المسموع بقدر الطاقة البشرية له، ثمّ فهمه بمعناه الذى أريد به، ثمّ الثبات عليه بمحافظة حدوده و مراقبته بمذاكرته على إساءة الظنّ بنفسه." (منار الأصول، كتاب السنة، ص: 183) یعنی: ضبط یہ ہے کہ کلام کو مکمل از ابتدا تا انتہا سنا جائے، پھر اس سنے ہوئے کو اپنی طاقتِ بشریہ کے مطابق یاد کیا جائے، پھر اس کے معنی مرادی کو سمجھا جائے، پھر بالفعل اس کے اَحکام پر عمل کر کے اس حفظ کیے ہوئے پر ثابت قدم رہا جائے اور اسے بار بار یاد کرنے کی طرف انتہائی توجہ دی جائے دراں حالے کہ اپنے اُوپر اعتماد نہ کیا جائے بل کہ یہ سوچا جائے کہ اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو بھول جائے گا۔

و تغییر سے محفوظ و مصون ہے، لہذا نظمِ قرآنی کو وہ شخص نقل کر سکتا ہے جو معنیٰ قرآن نہ سمجھتا ہو برخلاف احادیث نقل کرنے والوں کے کہ راویٔ حدیث کے لیے ضبط ضروری ہے.

آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا، یہودیوں کی خصلتِ بد

تحریفِ قرآن کسی صُورت مسلمان کر سکتا ہے نہ اس کی شایانِ شان ہے اور اللہ عزّوجلّ نے سابقہ آسمانی کتابوں میں تحریف کرنا، یہودیوں کی صفت بتایا ہے۔ چناں چہ فرماتا ہے:

۱:۔﴿وَ اِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَ مَا هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ مَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَ یَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾[26]

ترجمہ: اور ان میں کچھ وہ ہیں جو زبان پھیر کر کتاب میں میل کرتے ہیں کہ تم سمجھو یہ بھی کتاب میں ہے اور وہ کتاب میں نہیں اور کہتے ہیں یہ اللہ کے پاس سے ہے اور وہ اللہ کے پاس سے نہیں اور **اللہ پر دیدہ و دانستہ جھوٹ باندھتے ہیں۔**

۲:۔﴿اَفَتَطْمَعُوْنَ اَنْ یُّؤْمِنُوْا لَكُمْ وَ قَدْ كَانَ فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ یَسْمَعُوْنَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ یُحَرِّفُوْنَهٗ مِنْۢ بَعْدِ مَا عَقَلُوْهُ وَ هُمْ یَعْلَمُوْنَ﴾[27]

ترجمہ: تو اے مسلمانو! کیا تمھیں یہ طمع ہے کہ یہ یہودی تمہارا یقین لائیں گے

26۔ سورۃ آل عمران: 78۔

27۔ سورۃ البقرۃ / 75۔

اور ان میں کا تو ایک گروہ وہ تھا کہ اللہ کا کلام سنتے پھر **سمجھنے کے بعد اسے دانستہ بدل دیتے۔**

۳:۔﴿يَاَيُّهَا الرَّسُوْلُ لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ مِنَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاَفْوَاهِهِمْ وَلَمْ تُؤْمِنْ قُلُوْبُهُمْ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا ۚ سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۙ لَمْ يَاْتُوْكَ ؕ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ مِنْۢ بَعْدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوْلُوْنَ اِنْ اُوْتِيْتُمْ هٰذَا فَخُذُوْهُ وَاِنْ لَّمْ تُؤْتَوْهُ فَاحْذَرُوْا﴾[28]

ترجمہ: اے رسول! تمہیں غمگین نہ کریں وہ جو کفر پر دوڑتے ہیں کچھ وہ جو اپنے منہ سے کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور ان کے دل مسلمان نہیں اور کچھ یہودی جھوٹ خوب سنتے ہیں اور لوگوں کی خوب سنتے ہیں جو تمہارے پاس حاضر نہ ہوئے **اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں کے بعد بدل دیتے ہیں۔** کہتے ہیں: یہ حکم تمہیں ملے تو مانو اور یہ نہ ملے تو بچو۔

۴:۔﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً ۚ يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ تَطَّلِعُ عَلٰى خَآئِنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ﴾[29]

ترجمہ: تو اُن کی کیسی بدعہدیوں پر ہم نے انہیں لعنت کی اور اُن کے دل

28۔ سورۃ المائدۃ /41۔

29۔ سورۃ المائدۃ /13۔

سخت کر دیئے **اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں** اور بھلا بیٹھے بڑا حصہ اُن نصیحتوں کا جو انہیں دی گئیں اور تم ہمیشہ ان کی ایک نہ ایک دغا پر مطلع ہوتے رہو گے سوا تھوڑوں کے تو انہیں معاف کر دو اور اُن سے در گزر کرو، بے شک اِحسان والے اللہ کو محبوب ہیں۔

چناں چہ ''**يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ** (**اللہ کی باتوں کو ان کے ٹھکانوں سے بدلتے ہیں**)'' کی تفسیر میں اور امام محمد بن جریر طبری، متوفی:310ھ رقم طراز ہیں:

يبدلون معناها ويغيرونها عن تأويله والكلم جماع كلمة.

وكان مجاهد يقول: عنى بالكلم: التوراة-[30]

یعنی: یہودی الفاظ کے معنی کو تبدیل کرتے تھے اور ان کے معنی کی تفسیر کو بدل دیتے تھے۔ ''**الْكَلِمِ**''، کلمہ کی جمع ہے اور امام مجاہد کے بقول اس سے مراد تورات ہے۔

اور امام راغب اصفہانی، متوفی: 502ھ آیتِ مبارکہ کے اس جز کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وقيل: إنهم كانوا يبدّلون الألفاظ ويغيّرونها، وقيل: إنه كان من جهة المعنى، وهو حمله على غير ما قصد به واقتضاه-[31]

30۔ تفسير الطبري = جامع البيان عن تأويل آي القرآن، 7/ 103، الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزيع، الطبعة: الأولى، 1422 هـ - 2001 م -

31۔ المفردات في غريب القرآن، صفحه: 724، الناشر: دار القلم، الدار الشامية - دمشق بيروت، الطبعة: الأولى - 1412 هـ

یعنی: ایک قول کے مطابق اس کا معنیٰ ہے: "یہودی الفاظ کو تبدیل کر دیتے تھے" اور ایک قول یہ ہے کہ وہ معنیٰ کے اعتبار سے تبدیلی کرتے تھے اور تبدیلیٔ معنیٰ یہ ہے کہ اَلفاظ کو ان کے مقصودِ اصلی اور مقتضیٰ کے خلاف پر محمول کر دیا جائے۔

اور امام رازی رحمۃ اللہ علیہ راقم ہیں:

المراد بالتحريف: إلقاء الشبه الباطلة، والتأويلات الفاسدة، وصرف اللفظ عن معناه الحق إلى معنى باطل بوجوه الحيل اللفظية، كما يفعله أهل البدعة في زماننا هذا بالآيات المخالفة لمذاهبهم، وهذا هو الأصح.[32]

یعنی: باطل شبہات بیان کرنے، تاویلاتِ فاسدہ کرنے اور لفظی حیلوں کے ذریعے لفظ کو اس کے دُرست معنیٰ سے غلط و باطل معنیٰ کی طرف پھیرنے کو **تحریف** کہا جاتا ہے۔ جیسا کہ دورِ حاضر میں بدعتی لوگ اپنے مذاہب کی مخالف آیات میں تحریف کرتے ہیں۔ یہ تحریف کی سب سے زیادہ صحیح تشریح ہے۔

درج بالا گفتگو سے روزِ روشن سے بھی زیادہ ظاہر و باہر ہو گیا کہ تحریف قرآن کرنے والا اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور یہودیوں کا سا انسان ہے اور آیاتِ قرآنیہ کی اپنی عقلوں کے مطابق تاویلاتِ فاسدہ کرنے والوں کی احادیثِ مبارکہ میں شدید مذمت بیان کی گئی ہے اور حضور نبی اکرم ﷺ نے ایسوں کا ٹھکانہ جہنم بتایا ہے۔

32۔ مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، 10/ 94

تحریف و تفسیر بالرّاے کا حکم

قرآن کے الفاظ کو ان کے ظاہری معنی سے پھیر کر اپنی راے سے تفسیر کرنا حرام اور گناہِ کبیرہ ہے۔

اور اگر خواہشاتِ نفسانیہ کی توفیق و تائید حاصل کرنے کے لیے تفسیر بالرّاے کی جائے تو اس کا مُرتکب خود گمراہ اور دوسروں کو گمراہ کرنے والا ہے۔

اور اگر اس کے ساتھ ساتھ وہ ضروریاتِ دینیہ کا مُنکر بھی ہو جائے تو کافر و مرتدّ ہے۔ جیسا کہ قادیانی اور دیگر فِرَقِ باطِلہ۔

چناں چہ علامہ ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابو شیبہ کُوفی متوفی ۲۳۵ھ، امام احمد بن حنبل متوفی: ۲۴۱ھ، امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ، امام ابو عبد الرحمٰن احمد بن شعیب نسائی متوفی ۳۰۳ھ، امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ اور امام ابو القاسم سلیمان احمد طبرانی، متوفی: ۳۶۰ھ اپنی اپنی سَند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ۔"[33]

یعنی: جس نے قرآن میں اپنی راے سے کچھ کہا، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔

33۔ سُنن التّرمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ، برقم: ۲۹۵۱ ، المصنَّف لابن أبی شیبة، کتاب فضائل القرآن، باب من کرہ أن یفسّر بالقرآن، رقم الحدیث، ۳۰۷۲۵، ۱۵/ ۴۹۸، مسند الإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن عباس، رقم الحدیث: ۲۰۶۹، ۱/ ۶۱۹، السنن الکبریٰ للنسائی، کتاب فضائل القرآن، باب من قال فی القرآن بغیر علم، برقم: ۸۰۸٤، جامع البیان عن تأویل آی القرآن المعروف بالتفسیر الطبری، ذکر بعض الأخبار التی رویت بالنهی إلخ، ۱/ ۵۲، الطبرانی فی الکبیر، مسند ابن عباس، رقم الحدیث: ۱۲۳۹۲، ۱۲/ ۲۸

حدیثِ مذکور میں **اپنی رائے سے قرآن میں کچھ کہنے** سے مراد یہ ہے کہ ائمۂ اہلِ لغت اور عرب کے قواعدِ شرعیہ کے مطابق اَقوال کی اتباع و پیروی کیے بغیر محض اپنی عقل سے الفاظ و آیاتِ قرآنیہ کی وضاحت کرنا، اس بارے میں امام المحدّثین والفقہاعلامہ علی بن سلطان مُلّا علی قاری حنفی، متوفی: ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں:

قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: (مَنْ قَالَ) أَيْ: مَنْ تَكَلَّمَ (فِي الْقُرْآنِ) أَيْ: فِي مَعْنَاهُ أَوْ قِرَاءَتِهِ (بِرَأْيِهِ) أَيْ: مِنْ تِلْقَاءِ نَفْسِهِ مِنْ غَيْرِ تَتَبُّعِ أَقْوَالِ الْأَئِمَّةِ مِنْ أَهْلِ اللُّغَةِ وَالْعَرَبِيَّةِ الْمُطَابِقَةِ لِلْقَوَاعِدِ الشَّرْعِيَّةِ، بَلْ بِحَسَبِ مَا يَقْتَضِيهِ عَقْلُهُ (فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ)-ملتقطاً-(34)

یعنی: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے قرآن کے معنی اور پڑھنے میں اپنی رائے سے (ائمۂ اہلِ لغت و عرب کے قواعدِ شرعیہ کے مطابق اقوال کی اتباع و پیروی کیے بغیر محض اپنی طرف سے بلکہ اپنی عقل سے) کچھ کہا، وہ اپنا ٹھکانا جہنّم میں بنالے۔

بلکہ اگر کسی نے محض اپنی رائے پر بھروسہ کرتے ہوئے قرآنِ کریم کے مُتعلق کچھ کہا یا لکھا اور اتفاقاً صحیح بھی ہو گیا، اس کے باوُجود بھی ایسے شخص کو حکمِ شرعی کی مُخالفت کے سبب مبنی بَر خطا قرار دیا گیا ہے۔

چناں چہ امام ترمذی اور امام ابوداوٗد اپنی اپنی سند سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

34... مرقاة المفاتيح شرح مشكاة المصابيح، كتاب العلم، الفصل الثاني، رقم الحديث: ٢٣٤، ١/ ٤٤٦

''مَنْ قَالَ فِي الْقُرْآنِ بِرَأْيِهِ فَأَصَابَ فَقَدْ أَخْطَأَ۔''[35]

یعنی: جس نے اپنی رائے سے قرآن کے متعلق دُرست بات کہی تو بھی خطا پر ہے۔

حدیثِ مذکور کی شرح میں علامہ ملا علی قاری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

"(من قال في القرآن) أي: في لفظِه أو معناه(برأيه) أي: بعقلِه المجرَّدِ(فأصاب) أي:ولو صار مُصيباً بحسَب الاتفاقِ (فقد أخطأ) أي: فهو مُخطِئٌ بحسَب الحكمِ الشرعيِّ"[36]

یعنی: جس نے قرآن کے لفظ یا معنیٰ کے متعلّق محض اپنی عقل سے کچھ کہا، پھر اگرچہ اتفاقاً اس کا کہا ہوا صحیح ہو بھی گیا تب بھی حکمِ شرعی کے مُطابق وہ خطاوار ہے۔

اور علماے کویت کی ایک بڑی جماعت نے لکھا ہے:

أما تغيير المعنى بتفسير القرآن على غير الوجه المراد به، فهو نوع شديد من التحريف وقد علم أن الواجب تفسير القرآن إما بالقرآن، وإما بالسنة الصحيحة، وإما بمقتضى لسان العرب للعالمين به. وأما تفسيره بمجرد الرأي فلا يجوز ذلك شرعا،

35۔ سُنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب باب ما جاء فی الذی یفسّر القرآن برأیہ، برقم:٢٩٥٠،٤ / ٤٦، سُنن أبی داود، کتاب العلم، باب الکلام فی کتاب اللہ بغیر علم، برقم:٣٦٥٢،٤ /٤٣

36... مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثانی،رقم الحدیث:٢٣٥، ١/ ٤٤٦

لقول النبي صلى الله عليه وسلم من قال: في القرآن برأيه فأصاب فقد أخطأ وإذا كان التحريف لموافقة الهوى وتأييده كان فاعله أشد ضلالا وإضلالا، فإن الإيمان بكتاب الله يقتضي أن يتخذ الكتاب متبوعا، يأتمر المؤمنون بأمره ويقفون عند نهيه، لا أن يجعل تابعا للأهواء كما اتخذته بعض الفرق الضالة.[37]

یعنی: تفسیرِ قرآن میں معنیٰ کو غیر مرادی معنیٰ سے بدل دینا، سخت قسم کی تحریف ہے حالاں کہ یہ بات بدیہی ہے کہ قرآن کی قرآن یا اَحادیثِ صحیحہ سے تفسیر کرنا واجب ہے یا لغتِ عرب سے واقفیت رکھنے والوں کے لیے عربی زبان کے تقاضوں اور قواعد شرعیہ عربیہ کے ذریعے تفسیر قرآن ضروری ہے۔ ہر حال میں محض اپنی رائے سے تفسیرِ قرآن کرنا شرعاً ناجائز ہے؛ کیوں کہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: جس نے اپنی رائے سے قرآن کے متعلق دُرست بات کہی تو بھی خطا پر ہے۔

اور اگر یہ تحریف و تفسیر بالرّائے اپنی خواہشات کی موافقت و تائید حاصل کرنے کے لیے کی جائے تو اس کا مرتکب ضالّ مُضلّ ہے؛ کیوں کہ کتاب اللہ پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی اس طرح اتباع کی جائے کہ بندۂ مومن اس کے حکم کو بجا لائے اور جس سے یہ منع کرے، اس سے رک جائے۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ کتاب اللہ کو خواہشاتِ نفسانیہ کے تابع بنایا جائے۔ جیسا کہ بعض گمراہ فرقوں کا طرزِ عمل ہے۔

37۔ الموسوعة الفقهية الكويتية، 10/ 202

اسی طرح امام اہل سنت امام احمد رضا حنفی متوفی ۱۳۴۰ھ لکھتے ہیں:

" قرآن عظیم کے وہی معنی لینے ہیں جو صحابہ و تابعین و مفسّرین معتمدین نے لیے، قرآن کریم کی تفسیر بالرّائے اَشد کبیرہ ہے جس پر حکم ہے۔ فَلْيَتَبَوَّاْ مَقْعَدَهُ مِنَ النَّارِ. یعنی: وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنالے۔ مُلتقطاً۔ (38)

اور حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی، متوفی: ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

"خیال رہے کہ قرآن کی بعض چیزیں نقل پر موقوف ہیں، جیسے شان نزول، ناسخ منسوخ، تجوید کے قواعد اِنہیں رائے سے بیان کرنا حرام ہے، وہی یہاں مراد ہے۔ اور بعض چیزیں شرعی عقل سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں، جیسے آیات کے علمی نکات، اچھی اور صحیح تاویلیں، پیدا ہونے والے اعتراضات کے جوابات وغیرہ ان میں نقل لازم نہیں۔ غرضے کہ قرآن کی تفسیر بالرائے حرام ہے اور تاویل بالرائے علمائے دین کے لیے باعث ثواب۔ ربّ تعالیٰ فرماتا ہے: "اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ"۔ معلوم ہوا کہ قرآن میں تدبّر و تفکّر کا حکم ہے۔" اس میں اشارۃً فرمایا کہ عُلما کو قرآنی تاویلات کی اِجازت ہے، جُہلا کو یہ بھی حرام۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو فقط ترجمۂ قرآن سے غلط مسئلے مُستنبط کر کے لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔" (39)

قرآن پاک واَحادیثِ مبارکہ اور عباراتِ فقہاسے دیئے گئے درج بالا دلائل وبراہین سے جہاں تحریف و تفسیر بالرّائے کے تفصیلی اَحکام بالکل واضح وعیاں ہو

38_ فتاوی رضویہ، مسئلہ: ۲۷،۳۱/ ۲۰۲

39_ مرآۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، تحت الحدیث: ۲۱۷،۱/ ۲۰۱

گئے وہیں مرزا کی تفسیر کا فساد و بطلان بھی ظاہر و باہر ہو گیا۔

اور جائزۂ مذکورہ سے یہ بات بھی ثابت ہو گئی کہ مرزا بشر الدّین محمود قادیانی اپنی لاعلمی و نالائقی کے سبب تفسیر کرنے کا اہل ہی نہ تھا لیکن اس نے اس میدان میں اتر کر اپنے قلمِ بد سے تفسیرِ صغیر و کبیر لکھ کر اس کی سیاہی ہی ضائع کی، جس کے سبب وہ خاطی و مخطی بھی ہے، مُرتکبِ صغائرہ و کبائر بھی ہے، ضالّ و مضلّ بھی ہے اور سب سے بڑھ کر کافر و مرتدّ بھی ہے۔

حقیقت پر کبھی باطل کا جادو چل نہیں سکتا
فریب و مکر کے سانچے میں ایماں ڈھل نہیں سکتا

لہٰذا شرعی و آئینی تقاضا ہے کہ اس تفسیر کی طباعت و اشاعت، تشہیر و تقسیم اور تعلیم و تعلّم پر فی الفور پابندی لگائی جائے بلکہ اس کے طبع شدہ نسخوں کو ضبط کیا جائے اور آئندہ طبع کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے کہ یہ مسئلہ بالخصوص ناموسِ رسالت مآب ﷺ کا ہے، جس کی حفاظت ہر مسلمان پر لازم و ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ناموسِ رسالت پر اپنی جانیں قربان کرنے کی توفیق رفیق عطا فرمائے اور ہمارا نام بھی خادمینِ تحفظِ ناموسِ رسالت کی فہرست میں شامل فرمائے۔ آمین!!!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدُ للهِ ربِّ العالمين مالكِ يومِ الدّين الذى هدانا إلى مستقيمِ الدين وكلّفنا سائرَ أحكامِ الدين وقال:"وَ لٰكِنْ رَّسُوْلَ اللهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ"، والصّلاة والسّلام على خاتمِ الأنبياء والمرسَلين الذى قال: "لا نبيَّ بعدِى"، وهذا الحديثُ الذى رَوَتْه تواتُراً الأمّةُ المرحومةُ مِنَ الصّحابةِ والتّابعينَ والمجتهدينَ و المحدّثين، وعلى آله وأصحابِه أجمعين الذين قاموا بنُصرةِ قويمِ الدّين وعلماءِ أمّته وفقهاءِ ملّتِه مِن الأوّلين والآخرين الذين قالوا: إنّ اعتقادَ كونِ محمدٍ ﷺ آخرَ الأنبياء مِن ضرورياتِ الدّين، ولذا تكون القاديانيّة مِن أكبرِ المرتدّين.أمّا بعدُ: فيقول فقير لطف ربّه العميمي مهتاب أحمد قمر النعيمي-

جان لیجئے کہ تفسیر صغیر، مرزا بشیر الدین محمود قادیانی مرتد ولد مرتد مرزا غلام احمد قادیانی کی باطل ومردود تفسیر ہے۔اس بے کار کتاب کے اندر مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح مَوعود کہا گیا ہے حالاں کہ وہ مسیح مَردود ہے اور یہ مکمل تفسیر حضور نبیِ اکرم، جانِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے اِنکار کے اِظہار میں ڈوبی ہوئی ہے۔ جہاں کہیں اللہ تعالی نے آپ ﷺ کو خاتم النبیین فرمایا، اس نے اوّلاً اس لفظ کا باطل ترجمہ کیا اور ثانیاً کہا: اس سے مراد آپ ﷺ کا اَفضلُ الرّسُل ہونا ہے کما ئرّدہ بیّناً بالبسط والتّفصیل اِن شاء اللہ تعالی۔

ستارے جھلملا کے زیرِ دامانِ سحر آئے
ابھی تک جاگتا ہوں میں کہ شاید فتنہ گر آئے

اس تفسیر کے نحوی، صرفی، بلاغی، معنی لغوی واصطلاحی اعتبار سے غلَط اور قرآن وحدیث کے خلاف ہونے کی چند اَمثلہ ملاحظہ ہوں:۔

شرعاً و قانوناً قادیانیوں کو شعائرِ اسلامیہ کے استعمال کی قطعاً اِجازت نہیں

پہلی غلطی:

اس کے ٹائٹل پر اس کے مُؤلّف کو ”خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ عنہ“ لکھا ہوا ہے۔ معاذ اللہ!

دوسری غلطی:

اسی طرح اِس پر قرآنِ مجید لکھا ہوا ہے حالاں کہ دیگر غیر مسلموں کی طرح انہیں بھی نہ صرف شرعاً بلکہ قانوناً بھی شعائرِ اسلام کا غلط استعمال کرنے کی قطعاً اجازت نہیں ہے۔

چناں چہ عیسائیوں نے امیر المومنین حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے عہد کیا تھا کہ **ہم غیر مسلم، مسلمانوں کے لباس، ٹوپی، عمامے، جوتوں اور بالوں میں مانگ نکالنے، الغرض کسی چیز میں ان کے ساتھ مشابہت اختیار نہیں کریں گے اور نہ ہم اُن کی طرح گفتگو کریں گے اور نہ ہی اُن کی طرح کُنیت رکھیں گے۔اس حوالے سے ہمارے پاس ایک تفصیلی روایت ہے۔جسے** امام ابو بکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ نے بایں الفاظ نقل فرمایا:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ غَنْمٍ، قَالَ: كَتَبْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ حِينَ صَالَحَ أَهْلَ الشَّامِ: بِسْمِ اللهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ هَذَا كِتَابٌ لِعَبْدِ اللهِ عُمَرَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ مِنْ نَصَارَى مَدِينَةِ كَذَا وَكَذَا، إِنَّكُمْ لَمَّا قَدِمْتُمْ عَلَيْنَا سَأَلْنَاكُم الْأَمَانَ لِأَنْفُسِنَا وَذَرَارِيِّنَا وَأَمْوَالِنَا وَأَهْلِ مِلَّتِنَا وَشَرَطْنَا لَكُمْ عَلَى أَنْفُسِنَا أَنْ لَا نُحْدِثَ فِي مَدِينَتِنَا وَلَا فِيمَا حَوْلَهَا دَيْرًا وَلَا كَنِيسَةً وَلَا قَلَّايَةً وَلَا صَوْمَعَةَ

رَاهِبٍ وَلَا نُجَدِّدَ مَا خَرِبَ مِنْهَا وَلَا نُحْيِيَ مَا كَانَ مِنْهَا فِي خُطَطِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ لَا نَمْنَعَ كَنَائِسَنَا أَنْ يَنْزِلَهَا أَحَدٌ مِنَ الْمُسْلِمِينَ فِي لَيْلٍ وَلَا نَهَارٍ وَأَنْ نُوَسِّعَ أَبْوَابَهَا لِلْمَارَّةِ وَابْنِ السَّبِيلِ وَأَنْ نُنْزِلَ مَنْ مَرَّ بِنَا مِنَ الْمُسْلِمِينَ ثَلَاثَةَ أَيَّامٍ وَنُطْعِمَهُمْ وَأَنْ لَا نُؤَمِّنَ فِي كَنَائِسِنَا وَلَا مَنَازِلِنَا جَاسُوسًا وَلَا نَكْتُمَ غِشًّا لِلْمُسْلِمِينَ وَلَا نُعَلِّمَ أَوْلَادَنَا الْقُرْآنَ وَلَا نُظْهِرَ شِرْكًا وَلَا نَدْعُوَ إِلَيْهِ أَحَدًا وَلَا نَمْنَعَ أَحَدًا مِنْ قَرَابَتِنَا الدُّخُولَ فِي الْإِسْلَامِ إِنْ أَرَادَهُ وَأَنْ نُوَقِّرَ الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ نَقُومَ لَهُمْ مِنْ مَجَالِسِنَا إِنْ أَرَادُوا جُلُوسًا وَلَا نَتَشَبَّهَ بِهِمْ فِي شَيْءٍ مِنْ لِبَاسِهِمْ مِنْ قَلَنْسُوَةٍ وَلَا عِمَامَةٍ وَلَا نَعْلَيْنِ وَلَا فَرْقِ شَعَرٍ وَلَا نَتَكَلَّمَ بِكَلَامِهِمْ وَلَا نَتَكَنَّى بِكُنَاهُمْ وَلَا نَرْكَبَ السُّرُوجَ وَلَا نَتَقَلَّدَ السُّيُوفَ وَلَا نَتَّخِذَ شَيْئًا مِنَ السِّلَاحِ وَلَا نَحْمِلَهُ مَعَنَا وَلَا نَنْقُشَ خَوَاتِيمَنَا بِالْعَرَبِيَّةِ وَلَا نَبِيعَ الْخُمُورَ وَأَنْ نَجُزَّ مَقَادِيمَ رُءُوسِنَا وَأَنْ نَلْزَمَ زِيَّنَا حَيْثُ مَا كُنَّا وَأَنْ نَشُدَّ الزَّنَانِيرَ عَلَى أَوْسَاطِنَا وَأَنْ لَا نُظْهِرَ صُلُبَنَا وَكُتُبَنَا فِي شَيْءٍ مِنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا أَسْوَاقِهِمْ وَأَنْ لَا نُظْهِرَ الصَّلِيبَ عَلَى كَنَائِسِنَا وَأَنْ لَا نَضْرِبَ بِنَاقُوسٍ فِي كَنَائِسِنَا بَيْنَ حَضْرَةِ الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ لَا نُخْرِجَ سَعَانِينًا وَلَا بَاعُونًا وَلَا نَرْفَعَ أَصْوَاتَنَا مَعَ أَمْوَاتِنَا وَلَا نُظْهِرَ النِّيرَانَ مَعَهُمْ فِي شَيْءٍ مِنْ طَرِيقِ الْمُسْلِمِينَ وَلَا نُجَاوِرَهُمْ

مَوْتَانَا وَلَا نَتَّخِذَ مِنَ الرَّقِيقِ مَا جَرَى عَلَيْهِ سِهَامُ الْمُسْلِمِينَ وَأَنْ نُرْشِدَ الْمُسْلِمِينَ وَلَا نَطَّلِعَ عَلَيْهِمْ فِي مَنَازِلِهِمْ. فَلَمَّا أَتَيْتُ عُمَرَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ بِالْكِتَابِ زَادَ فِيهِ: وَأَنْ لَا نَضْرِبَ أَحَدًا مِنَ الْمُسْلِمِينَ شَرَطْنَا لَهُمْ ذَلِكَ عَلَى أَنْفُسِنَا وَأَهْلِ مِلَّتِنَا وَقَبِلْنَا مِنْهُمُ الْأَمَانَ فَإِنْ نَحْنُ خَالَفْنَا شَيْئًا مِمَّا شَرَطْنَاهُ لَكُمْ فَضَمِنَّاهُ عَلَى أَنْفُسِنَا فَلَا ذِمَّةَ لَنَا -[40]

یعنی، حضرت عبد الرحمٰن بن غنم سے روایت ہے ،فرماتے ہیں: میں نے حضرت عمر بن خطاب کو ایک خط لکھا جب آپ نے اہلِ شام کے عیسائیوں سے صلح کی تھی: "بسم اللہ الرحمن الرحیم" یہ خط فلاں فلاں شہر کے عیسائیوں کی طرف سے اللہ کے بندے عمر بن خطاب کے لیے ہے جو امیر المؤمنین ہیں: کہ جب آپ ہمارے پاس آئے تھے تو آپ سے ہم نے اپنی جانوں ،اپنی اولاد اپنے اموال اپنے دین والوں کے لیے امان طلب کی تھی اور ہم نے اپنی جانوں کو اِس بات کا پابند کیا تھا کہ ہم اپنے شہر اور اپنے شہر کے ارد گرد کسی جگہ بھی کوئی خانقاہ ،گرجہ گھر اور کسی راہب کے رہنے کے لیے کوئی عبادت گاہ نہیں بنائیں گے۔

اور اس میں جو چیزیں خراب ہو جائیں،اس کی دوبارہ تعمیر نہیں کریں گے اور اس میں جو عمارتیں مسلمانوں کے علاقوں میں ہیں اُن کو ہم آباد نہیں کریں گے اور دن یارات میں جو مسلمان بھی ہمارے گرجہ گھر میں آنا چاہے ہم اُسے منع نہیں کریں گے اور ہم اپنے دروازوں کو راہ گیروں اور مسافروں کے لیے کشادہ

40۔ السنن الكبرى للبيهقي، كتاب الجزية، جماع أبواب الشرائط، باب الإمام يكتب كتاب الصلح على الجزية، برقم ١٨٧١٧، ٩/ ٣٣٩.

رکھیں گے اور مسلمانوں میں سے اگر کوئی اِس کے پاس سے گزرے گا تو تین دن تک ہم اُس کی مہمان نوازی کریں گے اور اُس کو کھانا کھلائیں گے اور کسی جاسوس کو ہم اپنے گرجہ گھروں اور گھروں میں پناہ نہیں دیں گے اور ہم کسی فریب کو مسلمانوں سے نہیں چھپائیں گے اور ہم اپنی اولاد کو قرآن نہیں سکھائیں گے اور ہم شرک کو ظاہر نہیں کریں گے، نہ کسی کو شرک کی دعوت دیں گے اور ہمارے قرابت داروں میں سے جو اسلام قبول کرنے کا ارادہ کرے تو ہم اُسے روکیں گے نہیں اور ہم مسلمانوں کی تعظیم کریں گے اور اگر مسلمان ہماری جگہ بیٹھنا چاہیں گے تو ہم اپنی جگہ اُن کے لیے خالی کر دیں گے اور ہم کسی بھی چیز میں مسلمانوں کی مشابہت اختیار نہیں کریں گے نہ ہی ٹوپی میں نہ عمامے میں نہ جوتوں میں اور نہ ہی کسی اور علامت میں اور ان کی طرح ہم کلام نہیں کریں گے اور ان کی کنیت اختیار نہیں کریں گے اور ہم زین پر سواری نہیں کریں گے اور نہ ہم تلوار لٹکائیں گے اور نہ کوئی اسلحہ لیں گے نہ اسے اپنے پاس رکھیں گے اور ہم اپنی انگوٹھیوں پر عربی الفاظ کُندہ نہیں کروائیں گے اور ہم شراب نہیں بیچیں گے اور ہم اپنے سروں کی چوٹیوں کو کاٹ دیں گے اور ہم جہاں بھی ہوں گے اپنا لباس ہی پہنیں گے اور ہم اپنے کمر کے گرد زُنّار باندھیں گے اور مسلمانوں کے شہروں اور ان کے بازاروں میں اپنی صلیب اور کتابیں نہیں نکالیں گے اور مسلمانوں کی موجودگی میں اپنے گرجہ گھروں میں ناقوس نہیں بجائیں گے اور ہم اپنی عید منانے کے لیے باہر نہیں نکلیں گے اور اپنے مُردوں کی اموات پر اپنی آوازوں کو بلند نہیں کریں گے اور مسلمانوں کے راستوں میں اپنے مُردوں کی آگ کو نہیں جلائیں گے اور جو غلام مسلمانوں کے تیر لگنے سے ہلاک ہو جائیں گے ہم اس کے بدلے کچھ نہیں لیں گے اور مسلمانوں کی رہنمائی کریں گے اور دشمنوں کو مسلمانوں کے گھروں کے

بارے میں خبر نہیں دیں گے ۔(حضرت عبد الرحمٰن بن غنم فرماتے ہیں:)پس جب میں حضرت عمر کے پاس یہ خط لے کر حاضر ہوا تو آپ نے اس میں ان باتوں کا اضافہ فرمایا: کسی مسلمان کو ہم نہیں ماریں گے اور ہم اور ہمارے دین والے تمہاری اِن شرائط کے پابند ہوں گے اور ہم نے اُن کی امان کو قبول کیا، پس اگر ہم کسی شرط کی مخالفت کریں تو اس کا ضمان ہمارے اوپر لازم ہو گا اور مسلمان اس کے ذمہ دار نہیں ہوں گے۔

اور قادیانیوں کے لئے تعزیراتِ پاکستان ۲۹۸(ب) میں جو لکھا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے:

قادیانی گروپ یا لاہوری گروپ کا(جو خود کو "احمدی" یا کسی دوسرے نام سے موسوم کرتے ہیں) کوئی شخص جو الفاظ کے ذریعے، خواہ زبانی ہوں یا تحریری، یا مرئی نقوش کے ذریعے:

(الف) رسول پاک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ یا صحابی کے علاوہ کسی شخص کو امیر المؤمنین، خلیفہ مسلمین، صحابی یا رضی اللہ عنہ کے طور پر منسوب کرے یا مخاطب کرے۔

(ب) اپنے مذہب میں عبادت کے لیے بلانے کے طریقے یا صورت کو اذان کے طور پر منسوب کرے یا اس طرح اذان دے جس طرح کہ مسلمان دیتے ہیں، اسے کسی ایک قسم کی سزائے قید اتنی مدت کے لیے دی جائے گی جو تین سال تک ہو سکتی ہے اور وہ جرمانے کا بھی مستوجب ہو گا۔ ملخصًا۔

مذکورہ عبارات سے اَمس و شمس کی طرح واضح وعیاں ہو گیا کہ قادیانیوں کو اخلاقًا، قانونًا اور شرعًا کسی بھی طرح کوئی بھی اسلامی ٹائٹل استعمال کرنے کی ہر گز اِجازت نہیں ہے۔

لہذا اس کتابِ بد پر لفظِ مقدّس **قرآنِ مجید** لکھنے اور اس کے ٹائٹل پر اس مُسمّی بد کے ساتھ پاک لقب **رضی اللہ عنہ** لگانے والا جُرمِ عظیم اور سزائے جسیم کا مُستحق ہے۔

سورة الفاتحة

تیسری غلطی:

فنّی اِعتبار سے تسمیہ کا صحیح ترجمہ

اس کی ابتدا ہی غلط ہے کہ ﴿بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ﴾ کا ترجمہ نحوی اعتبار سے غلط ہے حالاں کہ ترجمہ و تفسیر قرآن کرنے سے پہلے علم النحو وغیرہ کے مسائلِ ضروریہ کا سیکھنا لازم ہے۔

اس قادیانی نے ترجمہ کیا: **(میں)** اللہ کا نام لے کر جو بے حد کرم کرنے والا اور رحم کرنے والا **ہے (پڑھتا ہوں۔)**

اس میں دو غلطیاں ہیں:۔

(1) ''اللہ'' اسمِ جلالت موصوف ہے۔ ''الرحمن'' اس کی پہلی صفَت اور'' الرحیم'' دوسری صفَت ہے اور مُفرد صفت کے ترجمے میں **لفظِ ''ہے''** نہیں آتا ، نیز لفظِ ''ہے'' نسبتِ تامّہ کے ترجمہ میں آتا ہے جب کہ موصوف صفت میں نسبتِ ناقصہ ہے اور لفظِ ''ہے'' نسبتِ ناقصہ کے شایانِ شان نہیں، مثلاً: رجل عالم کا ترجمہ ہے: عالم مرد جبکہ اس قادیانی کے ہاں ترجمہ ہو گا: ایسا مرد جو عالم ہے حالاں کہ یہ غلط فاحش ہے، لہذا تسمیہ کا صحیح ترجمہ ہے:

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا ہی مہربان، نہایت رحم کرنے والا۔

چناں چہ امام النحو صدر العلما مفتی سیّد غلام جیلانی میرٹھی حنفی ، متوفی :

1398ھ ترجمہ تسمیہ میں غلطی کا شکار لوگوں کو تنبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"المصباح المنیر" میں بسم اللہ الرحمن الرحیم کا ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے: شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم والے ہیں اور مہر منیر میں بایں الفاظ: اللہ کے نام سے مدد طلب کرتے ہوئے جو بڑا ہی مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔ ان دونوں ترجموں میں چند خامیاں ہیں۔(آپ رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں چند خرابیاں بیان کی ہیں، صاحب ذوق حضرات اصل کی طرف مُراجعت کریں۔ہم صرف ما نحن فیہ خامی نقل کر رہے ہیں:)

اوّل صاحب نے موصوف صفت کے ترجمے میں لفظ "ہیں" ذکر کیا ہے اور دوئم صاحب نے لفظ "ہے"۔ غالباً یہ دونوں صاحبان اس ترجمہ میں اشرف علی تھانوی اور محمود الحسن دیوبندی کے تابع ہیں۔ تھانوی صاحب نے ترجمہ بایں الفاظ کیا ہے: شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑے مہربان نہایت رحم والے ہیں۔ اور دیوبندی صاحب نے بایں الفاظ: شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے۔ غرض کہ موصوف اور صفت کے ترجمہ میں لفظ "ہیں" ذکر کرنا یا لفظ "ہے" دونوں غلط ہیں: کیوں کہ لفظ "ہیں" یا لفظ "ہے" نسبتِ تامہ کا ترجمہ ہے اور موصوف وصفت میں نسبتِ تامّہ نہیں ہوتی بلکہ ناقصہ ہوتی ہے اور یہ دونوں لفظ نسبت ناقصہ کا ترجمہ نہیں۔ نظر بر آں تابع (صاحب المصباح المنیر ومہر منیر) اور متبوع (تھانوی ودیوبندی) دونوں موردِ اِلزام ہیں۔ اسی طرح الحمد للہ رب العلمین کا ترجمہ، اس میں بھی تابع اور متبوع غلطی کا شکار ہیں؛ وجہ وہی جو اوپر گزری کہ موصوف صفت کے ترجمے میں لفظ "ہیں (یا ہے)" ذکر کرنا صحیح نہیں۔(41)

(2) اس کے ترجمے میں **لفظِ "میں"** اور **"پڑھتا ہوں"** کو قوسین () کے اندر

41_ البشیر بشرح نحو میر، ص:44۔

لکھا ہوا ہے حالاں کہ جمہور مُفسّرین کا اتفاق ہے کہ یہاں اَقرءیا اَشرع یا ابتدأ فعلِ مضارع متکلم مقدّر ہے اور قاعدہ مسلّمہ ہے: المقدّر کالمذکور (مقدر ایسا ہے جیسے لفظوں میں موجود ہے)، لہٰذا اہلِ لغت وبلاغت ہوں یا جملہ مفسّرین ہوں سب کے ہاں یہاں اَقرء مقدر ہے، جس کا ترجمہ ہے: "میں پڑھتا ہوں" تو پھر اسے قوسین[()] میں لکھنے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے، نیز پڑھتا ہوں کہنے کی بھی ضرورت نہیں کہ اب مرد پڑھے تو ٹھیک ورنہ عورت کو پڑھتی ہوں کہنا پڑے گا جبکہ ہمارے ترجمے میں دونوں کے لیے ایک ہی ترجمہ کافی وافی ہے۔

چناں چہ اُردو زبان میں کیے گئے تراجمِ قرآن میں جسے سب سے بلند اور عمدہ ترجمہ شمار کیا جاتا ہے، وہ "کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن" ہے۔اس میں تسمیہ کا ترجمہ ہے:"اللہ کے نام سے شروع جو نہایت مہربان رحم والا۔"

نیز امام اہلِ سنّت کے ترجمے کے محسّناتِ لفظیہ میں سے یہ بھی ہے کہ "**اللہ** کے نام سے شروع" لکھنے اور پڑھنے دونوں طرح اِبتدا اسمِ جلالت "**اللہ**" سے ہو رہی ہے۔

سورۃ البقرۃ

چوتھی غلطی:

"الْاٰخِرَةِ" کی صحیح تفسیر

"الْاٰخِرَةِ" کا بے بنیاد اور خودساختہ ترجمہ کیا ہے۔

چناں چہ اللہ تعالیٰ نے ہدایت یافتہ مؤمنین کی صفات بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ﴿وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ﴾ (42)

42۔ سورۃالبقرۃ: 4.

ترجمہ:(مؤمنین وہ ہیں،جو) آخرت پر یقین رکھیں۔(کنزالایمان)

اور ترجمہٗ قادیانی:اورآئندہ ہونے والی (موعود باتوں) پر (بھی)یقین رکھتے ہیں۔(43)

قارئینِ کرام! دیکھا آپ نے کہ کس عیاری و مکاری کے ساتھ آخرت کا ترجمہ کس طرح" آئندہ ہونے والی (موعود باتوں)" سے بدل دیا،وہ بھی کھینچ تان کر، قوسین لگاکر۔ معاذاللہ! حالاں کہ مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتاہے کہ آخرت سے یہ ہرگز مراد نہیں ہوسکتا تو تفسیر کرنے والا کیسے اس کا مُرتکب ہوگیا؟ وجہ ظاہر وباہر ہے کہ وہ اپنے معشوق مرزا غلام قادیانی علیہ ما علیہ پر ایمان لانے کو مؤمن ہونے کے لیے شرط قرار دینا چاہتاہے۔پناہ بخدا!

تمام مفسّرین کے ہاں آخرت سے قیامت اور جو کچھ اس میں جزا، حساب، سوال،،مؤمنین کو جنت میں داخل کرنااور کفار کو دوزخ میں بھیجناوغیرہ ہے،وہ مراد ہے،لہٰذا آیت کا مطلب ہوا: مومنین وہ ہیں،جو قیامت اور جو کچھ اس میں جزاو حساب وغیرہ ہے،اس سب پر بغیر کسی شک وشبہ کے یقین واطمینان رکھتے ہیں۔

چناں چہ امام ابو جعفر طَبَری، متوفی:310ھ،رقم طراز ہیں:

أما الآخرة، فإنها صفة للدار، كما قال جل ثناؤه: {وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِيَ الْحَيَوَانُ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ}[العنكبوت: 64](44)

یعنی،"اَلْاٰخِرَةِ" "دار" کی صفت ہے یعنی دارِ آخرت جیسا کہ اللہ جل ثناءٗ نے فرمایا:اور بے شک دارِ آخرت ہی سچّی زندگی ہے کیااچھاتھااگر جانتے۔

43۔ تفسیر صغیر، صفحہ:5.

44۔ تفسير الطبري=جامع البيان عن تأويل آي القرآن،، 1/ 250

اور امام المفسّرین امام فخر الدین رازی، متوفی:606ھ لکھتے ہیں:

الآخرة صفة الدار، وسميت بذلك لأنها متأخرة عن الدنيا... أن الله تعالى مدحهم على كونهم متيقنين بالآخرة، ومعلوم أنه لا يمدح المرء بأن يتيقن وجود الآخرة فقط، بل لا يستحق المدح إلا إذا تيقن وجود الآخرة مع ما فيها من الحساب والسؤال وإدخال المؤمنين الجنة، والكافرين النار.(45)

یعنی ""الْاٰخِرَةِ"" "دار" کی صفت ہے اور اسے دارِ آخرت اس لیے کہتے ہیں کہ یہ دارِ دنیا کے بعد ہے۔... اور اللہ تعالی نے یہاں اس بات پر مؤمنین کی مدح سرائی فرمائی کہ وہ قیامت پر یقین رکھتے ہیں اور یہ بات بدیہی ہے کہ کسی کی مدح صرف اس وجہ سے نہیں کی جاتی کہ وہ قیامت کے وجود کا یقین رکھتا ہے بلکہ وہ مدح کا مستحق اسی صورت میں ہو گا جب وہ قیامت اور جو کچھ اس میں جزا، حساب، سوال، ، مؤمنین کو جنت میں داخل کرنا اور کفار کو دوزخ میں بھیجنا وغیرہ سب چیزوں پر یقین واطمینان رکھتا ہو گا۔

اور مذکورہ تفاسیر کو مرزا بشیر قادیانی خود مانتا ہے اور انہیں اپنی تفسیر کا ماخذ بھی بنایا ہے۔

پانچویں غلطی:

کیا فرشتوں نے آدم علیہ الصلاۃ والسلام کو سجدہ معروفہ کیا یا فرمانبر داری کی؟

فرمانِ باری تعالی ہے: ﴿وَ اِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓىِٕكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ

45۔ مفاتيح الغيب = التفسير الكبير، تحت هذه الآية، 2/ 278

اِبْلِیْسَ ؕ اَبٰی وَ اسْتَکْبَرَ ٭ وَکَانَ مِنَ الْکٰفِرِیْنَ ﴿ [46]

ترجمہ: اور یاد کرو جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو تو سب نے سجدہ کیا سوائے ابلیس کے، منکر ہوا اور غرور کیا اور کافر ہو گیا۔(کنزالایمان)

تفسیرِ صغیر میں آیتِ مذکورہ کی باطل تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے: "عربی زبان میں سجدے کے معنی ظاہری سجدہ کرنے کے علاوہ فرمانبرداری کے بھی ہوتے ہیں اور فرشتوں کے آدم کے سامنے سجدہ کرنے کے یہی معنی تھے کہ ان کو حکم دیا گیا آدم کی فرمانبرداری کرو"۔

مرزا بشیر نے معنیٔ سجدہ کے جو دوسرے معنی بیان کیے ہیں، وہ محض باطل ہیں کہ جمہور اہلِ لغت و شرع کے ہاں سجدہ کہتے ہیں: وضع الجبهة على الأرض (پیشانی زمین پر رکھنا) اور مذکورہ آیتِ مبارکہ میں سجدے سے یہی معروف معنی: "وضع الجبهة على الأرض" مراد ہیں۔

سجدے کی اقسام

سجدے کی دو قسمیں ہیں: ایک سجدۂ عبادت اور دوسرا سجدۂ تعظیمی۔ مذکورہ آیت میں سجدۂ تعظیمی مراد ہے جو پچھلی اُمتوں میں جائز تھا۔ جیسا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں اور والدین نے آپ کو کیا۔

آیتِ مبارکہ میں سجدے سے مراد سجدۂ معروفہ ہے۔

چناں چہ امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نسفی حنفی متوفی: ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

والجمهور على أن المامور به وضع الوجه على الأرض وكان السجود تحية لآدم عليه السلام فى الصحيح. [47]

46۔سورۃ البقرۃ:34۔

47۔تفسیر نسفی،سورۃ البقرۃ،۱/ ٤١

یعنی، جمہور علما کا مَوقِف یہ ہے کہ فرشتوں کو زمین پر پیشانی رکھنے کا ہی حکم دیا گیا تھا اور صحیح قول کے مطابق یہ آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی تھا۔

اور امام المحدثین والمفسرین امام جلال الدین عبد الرحمن بن ابو بکر سیوطی شافعی متوفی: ۹۱۱ھ لکھتے ہیں: وَ(اُذْكُرْ) إِذْ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَم (سُجُود تَحِيَّة بِالِانْحِنَاءِ) فَسَجَدُوا إِلَّا إِبْلِيس (هُوَ أَبُو الْجِنّ كَانَ بَيْنَ الْمَلَائِكَة) أَبَى (امْتَنَعَ مِنْ السُّجُود) وَاسْتَكْبَرَ (تَكَبَّرَ عَنْهُ وَقَالَ أَنَا خَيْر مِنْهُ) وَكَانَ مِنْ الْكَافِرِينَ (فِي عِلْم الله)۔[48]

یعنی اور یاد کرو جب ہم نے ملائکہ سے کہا: آدم کو سجدہ کرو (یہ سجدہ تعظیمی تھا جھکنے کے ساتھ) پس سوائے اِبلیس کے سب ملائکہ نے سجدہ کیا، ابلیس یہ جنات میں سے تھا ہاں! ملائکہ کے درمیان رہا کرتا تھا تو اس نے انکار کیا، یعنی سجدہ سے رُک گیا اور تکبّر کیا یعنی اپنے لیے بڑائی چاہتے ہوئے کہا: "میں اس سے بہتر ہوں" اور ابلیس اللہ عزّوجلّ کے علم میں کافروں میں سے تھا۔

بعض مفسیرین کا قول یہ بھی ہے کہ آدم علیہ السلام مسجود الیہ تھے اور سجدہ اللہ تعالیٰ ہی کو تھا لیکن صحیح ترین قول یہی ہے کہ مسجود لہ آدم علیہ السلام تھے اور یہ سجدۂ تعظیمی تھا۔

چناں چہ علامہ احمد بن محمد صاوی مالکی متوفی ۱۲۴۱ھ لکھتے ہیں:

"أشار بذلك إلى أن المراد السجود اللغوي و هو الإنحناء كسجود إخوة يوسف و أبو يه له وهو تحية الأمم الماضية، وأما

48۔تفسیر الجلالین،سورۃ البقرۃ ، ص:٦

تحیتنا فهي السلام، وعليه فلا اشكال. (49)

یعنی، اس سے اس طرف اشارہ ہے کہ یہاں سجدے کا لغوی معنی: " جھکنا " مراد ہے جیسا کہ حضرتِ یوسف کے والدین اور بھائیوں کا ان کو سجدہ کرنا اور یہ پچھلی امتوں کی تحیت و تعظیم کی صورت تھی جبکہ ہماری شریعت میں سلام کرنا تعظیم ہے اور اس پر کسی قسم کا کوئی اشکال نہیں ہے۔

اور شیخ الاسلام امام ابو الحسن محمد بن محمد بن عبد الرحمن بکری متوفیٰ:۹۵۲ھ لکھتے ہیں:"هَل كان السُّجود لآدم تحية وتعظيماً لا عبادة كسجود إخوة يوسف أو كان آدم قبلة تشريفاً له أو هو شكر واللام لتعليل اقوالٌ، أصحها الأول و أبعدها الأخير". (50)

یعنی، حضرت آدم علیہ السلام کو جو سجدہ کیا گیا، کیا وہ سجدۂ تعظیمی تھا جیسا کہ حضرتِ یوسف کے بھائیوں نے ان کو سجدہ کیا یا آدم علیہ السلام قبلہ تھے یا سجدۂ شکر تھا اور " لام "،تعلیل کے لیے ہے۔ یہاں چند اقوال ہیں، صحیح ترین قولِ اوّل ہے اور بعید تر قول اخیر ہے۔

اور سجدے کی دو قسمیں ہیں،اس بارے میں علامہ عبد الرؤوف مُناوی شافعی متوفیٰ۱۰۳۱ھ لکھتے ہیں:"لأن السجود قسمان سجود عبادة وليس إلا الله وحده ولا يجوز لغيره أبداً وسجود تعظيم وذلك جائز فقد سجد الملائكة لآدم تعظيماً وأخبر المصطفى ﷺ أن ذلك لا

49_تفسیر صاوی،سورۃ البقرۃ،۱/ ٦١

50_تفسير البكري،سورة البقرة،۱/ ٤٨

يكون ولو كان لجعل للمرأة في أداء حق الزوج" .[51]

یعنی، سجدے کی دو قسمیں ہیں: ایک سجدۂ عبادت جو اللہ عزّوجلّ ہی کو ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لیے کبھی بھی جائز نہیں اور (دوسری قسم) سجدۂ تعظیمی ہے یہ (پچھلی شریعتوں میں) جائز تھا اور **یہی سجدہ فرشتوں نے آدم علیہ السلام کو بطورِ تعظیم کیا تھا** اور نبی کریم صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کی خبر دی کہ یہ سجدہ بھی (میری شریعت میں) جائز نہیں ہے۔ اگر بالفرض جائز ہوتا تو عورت کے لیے حقّ شوہر کی ادائی میں جائز ہوتا۔

اگر مرزا بشیر امام رازی کی تفسیر (جو اس کا ماخذ بھی ہے) کا یہ مقام اچھی طرح پڑھ لیتا تو یہ غلطی نہ کرتا کہ امام رازی علیہ الرحمہ نے اس مقام پر بقیہ تمام اقوال کو ضعیف قرار دیا اور سجدہ سے مراد حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کو سجدہ تعظیمی ہے، اس قول کو ترجیح دی۔

چھٹی غلطی:

"فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" اپنے حقیقی معنی میں ہے یا مجازی؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿وَ اِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾[52]

ترجمہ: اور جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم تم نے بچھڑا بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع لاؤ تو آپس میں ایک

51۔ فیض القدیر، حرف اللام، ٥/ ٤١٩۔

52۔ سورۃ البقرۃ: 54.

دوسرے کو قتل کرو (کنز الایمان)

مذکورہ آیتِ مبارکہ کی باطل تفسیر کرتے ہوئے مرزا بشیر قادیانی لکھتا ہے:

ہم اس سارے واقعہ کو استعارہ قرار دیں اور معنی یہ کریں کہ اپنے نفس کی گندی خواہشات کو زہد وتقوی کے ساتھ مارو، لہذا ہمارے بیان کردہ معنی ہی دُرست ہیں۔

حالاں کہ "فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" اپنے حقیقی معنی میں ہے یعنی جو بنی اسرائیل والوں نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا تھا، اس کا کفارہ یہی تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں اور اس مرزا نے تمام مُفسّرین کی تفاسیر کو پسِ پشت ڈال کر حقیقی معنی کو چھوڑ کر مجازی معنی کیے ہیں کہ "ایک دوسرے کو قتل کرو" سے مراد ہے: "اپنے نفس کی گندی خواہشات کو زہد وتقوی کے ساتھ مارو"۔ اللہ کی پناہ! مرزا جہاں اُصولِ تفسیر سے لاعلم ہے اسی طرح علمِ بلاغت سے بھی نا آشنا ہے کہ جب تک حقیقی معنی مراد لینا متعذر نہ ہو مجازی معنی مراد نہیں لیے جاتے، نیز استعارے میں مجازی معنی ہی مراد ہوتے ہیں، مثلاً: فُلَان يَتَكَلَّمُ بِالدُّرَرِ، "فلاں کلماتِ فصیحہ استعمال کرتا ہے" سے استعارہ ہے تو اَجہل اگر کنایہ کہتا تب اس کی پکڑ کم تھی کہ کنایہ میں ملزوم بول کر لازم معنی مراد لیا جاتا ہے لیکن ملزوم معنی مراد لینا بھی درست ہوتا ہے اور ملزوم معنی حقیقی معنی ہوتا ہے لیکن ہم بتاچکے کہ اُصولِ تفسیر وبلاغت سے عاری وخالی مرزا نے میدانِ تفسیر میں کود کر اندھیرے میں تیر چلا کر اپنی تفسیر کو بے بنیاد اور باطل بنا دیا ہے۔

اور پھر چوری اور سینہ زوری کہ ہمارے بیان کردہ معنی ہی دُرست ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ اس نام نہاد کے بیان کردہ معنی روایاتِ مُصحّحہ وعباراتِ

مُعتبرہ کے مُتعارِض و مخالف بل کہ باطل محض ہیں۔

چناں چہ امام المفسّرین و المحدّثین امام جلال الدین سیوطی شافعی، متوفی: 911ھ، روایاتِ صحیحہ سے "فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

أخرج إبْن جرير عَن ابْن عَبَّاس قَالَ: أَمر مُوسَى قومه عَن أَمر ربه أَن يقتلُوا أنفسهم واحتبى الَّذين عكفوا على الْعجل فجلسوا وَقَامَ الَّذين لم يعكفوا على الْعجل فَأخذُوا الخناجر بِأَيْدِيهِم وأصابتهم ظلمَة شَدِيدَة فَجعل يقتل بَعضهم بَعْضًا فانجلت الظلمَة عَنْهُم وَقد أجلوا عَن سبعين ألف قَتِيل كل من قتل مِنْهُم كَانَت لَهُ تَوْبَة وكل من بَقِي كَانَت لَهُ تَوْبَة وَأخرج ابْن أبي حَاتِم عَن عَليّ قَالَ: قَالُوا لمُوسَى: مَا تَوْبَتنَا قَالَ: يقتل بَعْضكُم بَعْضًا فَأخذُوا السكاكين فَجعل الرجل يقتل أَخَاهُ وأباه وَابْنه – وَالله لَا يُبَالِي من قتل – حَتَّى قتل مِنْهُم سَبْعُونَ ألفاً فَأوحى الله إِلَى مُوسَى: مُرْهُم فَلْيَرْفَعُوا أَيْديهم وَقد غفر لمن قتل وتيب على من بَقِي.(53)

یعنی: امام ابن جریر طبری نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو اپنے رب کا حکم سنایا کہ تم اپنے آپ کو قتل کرو۔ پس جنہوں نے بچھڑے کی عبادت کی تھی وہ حالتِ

53۔ الدرّ المنثور، تحت هذه الآية، 1/ 168، تفسیر طبری، تحت هذه الآية، 329/1.

اِحتبا میں بیٹھ گئے اور جنہوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی، وہ اٹھ کھڑے ہوئے، ہاتھوں میں خنجر پکڑ لئے، انتہائی تاریکی چھا گئی، پس وہ ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے حتی کہ تاریکی اور اندھیرا ختم ہو گیا اور ستر ہزار افراد قتل ہو چکے تھے، جو قتل ہو چکا تھا اس کے لئے یہی قتل ہونا توبہ تھا اور جو باقی بچ گیا تھا، اس کے لیے یہی توبہ تھی۔

اور امام ابن ابی حاتم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، فرماتے ہیں: بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام سے پوچھا کہ ہماری توبہ کیا ہے؟ فرمایا: تم ایک دوسرے کو قتل کرو۔ پس انہوں نے چھریاں اٹھا لیں، ہر ایک شخص اپنے بھائی، باپ اور بیٹے کو قتل کرنے لگا، اللہ کی قسم! ان میں سے کوئی پروا نہیں کرتا تھا کہ کون کس کو قتل کر رہا ہے حتی کہ ان میں سے ستر ہزار افراد قتل ہو گئے۔ اللہ تعالی نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی فرمائی کہ انہیں حکم دو کہ قتل کرنا بند کر دیں اور جو قتل ہو گیا اس کی بخشش ہو گئی اور جو باقی ہیں، اُن کی توبہ قبول ہو گئی۔

اور امام المُفسّرین امام فخر الدین رازی، متوفی: 606ھ اس کے معنی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

فيه وجهان، الأول: أن يقال أمر كل واحد من أولئك التائبين بأن يقتل بعضهم بعضا فقوله: فاقتلوا أنفسكم معناه ليقتل بعضكم بعضا --- الوجه الثاني: أن الله تعالى أمر غير أولئك التائبين بقتل أولئك التائبين فيكون المراد من قوله: فاقتلوا أنفسكم أي استسلموا للقتل، وهذا الوجه الثاني أقرب لأن في

الوجه الأول تزداد المشقة لأن الجماعة إذا اشتركت في الذنب كان بعضهم أشد عطفا على البعض من غيرهم عليهم فإذا كلّفوا بأن يقتل بعضهم بعضا عظمت المشقة في ذلك۔[54]

یعنی، اس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں۔ پہلا یہ کہ توبہ کرنے والوں میں سے ہر ایک کو یہ حکم تھا کہ وہ ایک دوسرے کو قتل کریں، لہٰذا اللہ تعالیٰ کے فرمان: "فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" کا معنیٰ ہے: "چاہیے کہ ایک دوسرے کو قتل کرو۔" دوسرا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے توبہ کرنے والوں کے علاوہ دیگر حضرات کو حکم دیا کہ وہ توبہ کرنے والوں کو قتل کریں، لہٰذا "فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" سے مراد ہے: قتل کے لیے سر تسلیم خم کرو۔ دوسرا معنیٰ، پہلے کے مقابلے میں زیادہ سمجھ آنے والا ہے؛ کیونکہ وجہِ اوّل میں مَشقت زیادہ ہے کہ جب ایک جماعت گناہ میں شریک ہوتی ہے تو ان کے ساتھ لطف و مہربانی بھی ایک دوسرے پر زیادہ ہو جاتی ہے پھر جب انہیں ایک دوسرے کو قتل کرنے کا مکلّف بنایا جائے گا تو اس میں مَشقت بڑھ جائے گی۔

مذکورہ اَحادیثِ مبارکہ و عباراتِ تفسیریہ سے معلوم ہوا کہ مرزا بشیر قادیانی نے "فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ" کی جو تفسیر بیان کی، وہ محض باطل ہے۔ امام رازی علیہ الرحمہ کی تفسیرِ کبیر اس کا ماخذ ہے، کم از کم اسے ہی سمجھ کر پڑھ لیتا تو یہ جسارت نہ کرتا۔

مدّعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

54۔ مفاتیح الغیب المعروف: بالتفسیر الکبیر، تحت الآیة المذکورة، 3/ 516

ساتویں غلطی:

وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا" میں قتل سے مراد دعویٰ قتل نہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ (55)

ترجمہ: اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ اس کو ظاہر کرتا ہے جو تم چھپاتے تھے۔ (کنز الایمان)

آیتِ مذکورہ میں " اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا" کا صحیح ترجمہ تو یہ ہے: **"اور جب تم نے ایک شخص کو قتل کیا"** لیکن مرزا بشیر نے اس کی معنوی تحریف کرتے ہوئے تفسیر صغیر میں کہا: اس سے مراد یہی ہے کہ **"جب تم نے قتل کرنے کا دعویٰ کیا۔"**(56)

حالاں کہ آج تک کسی مفسّر نے بھی یہ مراد بیان نہیں کی بلکہ اس کی یہ باطل تفسیر ان احادیثِ صریحہ کے بھی خلاف ہے، جن میں آیتِ مذکورہ کی تفسیر بیان کی گئی ہے۔

چناں چہ تفسیر رازی میں ہے: روي عن ابن عباس وسائر المفسرين أن رجلا من بني إسرائيل قتل قريبا لكي يرثه ثم رماه في مجمع الطريق ثم شكا ذلك إلى موسى عليه السلام فاجتهد موسى في تعرف القاتل، فلما لم يظهر قالوا له: سل لنا ربك حتى يبينه،

55_ البقرة: 72.

56_ تفسیر صغیر: ص:21.

فسألہ فأوحی اللہ إلیہ---إلخ.[57]

یعنی، حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالی عنہ اور تمام مفسّرین رحمہم اللہ سے مروی ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے وارث بننے کے لیے اپنے ایک قریبی رشہ دار کو قتل کر کے چورنگی میں پھینک دیا اور جا کر حضرت سیّدنا موسی علیہ السلام کو شکایت کر دی تو آپ علیہ السلام نے قاتل کی تلاش میں پوری کوشش کی لیکن جب وہ نہ ملا تو انہوں نے آپ علیہ السّلام سے کہا: ہمارے لیے اپنے ربّ سے پوچھیں کہ وہ اس قاتل کو بیان فرمادے تو آپ علیہ السّلام نے اللہ تعالی سے عرض کی تو اللہ عزّوجلّ نے آپ کی طرف یہ وحی فرمائی: ''وَ اِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادّٰرَءْتُمْ فِیْهَا ؕ وَ اللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ''ترجمہ: اور جب تم نے ایک خون کیا تو ایک دوسرے پر اس کی تہمت ڈالنے لگے اور اللہ اس کو ظاہر کرتا ہے جو تم چھپاتے تھے۔

تقریرِ مذکور سے ظاہر وباہر ہو گیا کہ یہاں قتل سے قتلِ حقیقی مراد ہے نہ کہ دعویٰ قتل۔

اور مذکورہ آیت کے بعد آیت نمبر: 73 میں بھی بالکل واضح ہے کہ قتل سے مراد قتلِ حقیقی ہی ہے نہ کہ قتل کا دعویٰ مراد ہے لیکن ظلم پر ظلم یہ کہ مرزا نے اس آیت میں جب باطل تفسیر کر دی تھی تو اگلی آیت میں بھی اسے تاویلاتِ فاسدہ وباطلہ غیر مرضیہ سے کام لینا پڑا تا کہ کسی بھی طرح یہ پہلے والا معنی (قتل سے مراد دعویٰ قتل ہے) دُرست ہو جائے۔ جیسا کہ اگلی غلطی کے تحت تفصیلاً بیان کیا جائے گا۔

57۔ مفاتیح الغیب، تحت ھذہ الآیۃ.

آٹھویں غلطی:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا'' کا دُرست ترجمہ

اِرشادِ ربّانی ہے:

فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ۚ كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ (58)

ترجمہ: تو ہم نے فرمایا: اس مقتول کو اس گائے کا ایک ٹکڑا مارو، اللہ یونہی مردے جلائے (زندہ فرمائے) گا اور تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے کہ کہیں تمہیں عقل ہو۔ (کنز الایمان)

اور اب تفسیر صغیر کا باطل ترجمہ ملاحظہ کیجیے: اس پر ہم نے کہا: اس (مقتول کے واقعہ) کو (ایسے ہی) بعض اور واقعات سے ملا کر دیکھو، (پھر تمہیں حقیقت معلوم ہو جائے گی۔) اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے (یعنی انہیں تقدیریں بتاتا ہے، جس سے وہ لوگ جو تمہارے خیال میں مردہ تھے در حقیقت زندہ ثابت ہو جاتے ہیں۔) اور تم کو اپنے نشان دکھاتا ہے؛ تاکہ تم عقل کرو۔ (59)

قارئین کرام! دیکھیں مرزا نے کس طرح اپنی پچھلی آیت کی باطل تفسیر کو دُرست کرنے کے لیے ضمائر کے مراجع میں ہوشیاری سے کام لیا ہے۔ اضْرِبُوْهُ میں ''ہا'' ضمیر کا مرجع ''مقتول کا واقعہ'' قرار دیا اور بِبَعْضِهَا میں ''ہا'' ضمیر کا مرجع ''اور واقعات'' بنایا حالاں کہ یہ باطل محض ہے کہ اوّل قتل کی طرف اور ثانی گائے کی طرف راجع ہے۔

58۔ البقرۃ: 73

59۔ تفسیر صغیر، صفحہ: 21

نویں غلطی:

آیتِ مذکورہ میں "كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى" کا حقیقی معنی: "اللہ تعالیٰ اسی طرح مردوں کو زندہ کرتا ہے۔" چھوڑ کر مجازی معنی کی طرف گیا کہ اس سے مراد ہے: "انہیں تقدیریں بتاتا ہے، جس سے وہ لوگ جو تمہارے خیال میں مردہ تھے در حقیقت زندہ ثابت ہو جاتے ہیں۔"(60)

حالاں کہ یہاں کسی مُفسّر نے بھی مجاز کا ارتکاب نہیں کیا لیکن مرزا قادیانی کی مجبوری تھی کہ وہ پچھلی آیت میں اپنی بیان کردہ باطل تفسیر کو دُرست ثابت کرنا چاہ رہا ہے حالاں کہ ضابطہ مسلّمہ ہے کہ حقیقی معنی مراد لینا ممکن ہو تو مجاز کی طرف نہیں جاسکتے۔ کاش کسی کے سامنے زَانُوے تلمّذ تہ کیے ہوتے اور حقیقت و مجاز کا فہم وادراک ہوتا اور ایسی فحش اَغلاط سے بچ سکتا۔ والعیاذ باللہ!!!

دسویں غلطی:

پتھروں میں بھی اللہ نے ادراک وشعور دیا ہے

اللہ جل شانُہ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَ اِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَ اِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾(61)

ترجمہ: اور پتھروں میں تو کچھ وہ ہیں جن سے ندیاں بہہ نکلتی ہیں اور کچھ وہ ہیں جو پھٹ جاتے ہیں تو ان سے پانی نکلتا ہے اور کچھ وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر

60_ تفسیر صغیر، صفحہ: 21.

61_البقرۃ: 74.

پڑتے ہیں۔(کنزالایمان)

اور اب تفسیر صغیر کا باطل ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

اور پتھروں میں سے یقیناً بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دریا بہتے ہیں اور ان میں سے بعض ایسے (بھی) ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں تو ان میں سے پانی نکلنے لگ جاتا ہے اور ان (یعنی دلوں) میں سے (بھی) بعض ایسے ہیں کہ اللہ کے ڈر سے (معافی مانگتے ہوئے) گر جاتے ہیں۔[62]

اب اس کی عربی ادب کے حوالے سے نااہلیت دیکھیے کہ جمہور مفسّرین کی مخالفت کرتے ہوئے مِنۡهَا لَمَا يَهۡبِطُ میں "ھا" ضمیر کا مرجع الۡحِجَارَةِ (پتھروں) کی بجائے قُلُوۡب (دلوں) کو بنایا حالاں کہ ضمیر قریب لفظ کی طرف راجع ہوتی ہے اور یہاں پھر قرینہ قویہ تھا کہ پتھروں کی طرف ہی ضمیر لوٹائی جائے کہ الۡحِجَارَةِ کے بعد دو مرتبہ "مِنۡهَا" آیا ہے اور دونوں مرتبہ اس کی ضمیر "ہا" کا مرجع الۡحِجَارَةِ ہی ہے لیکن اس کے ترجمے میں پہلی مرتبہ تو اس نے الۡحِجَارَةِ کی طرف ہی ضمیر لوٹائی اور دوسری مرتبہ قُلُوۡب کی طرف حالاں کہ یہ جمہور مفسرین کے مخالف ہے۔

پتھروں کو خوف الٰہی ہوتا ہے، وہ تسبیح کرتے ہیں

أقول و باللہ التوفیق: اس کم علم نے ایسا اس لیے کیا ہے کہ پہلی دو باتیں: "(1) اور پتھروں میں سے یقیناً بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں دریا بہتے ہیں (2) اور ان میں سے بعض ایسے (بھی) ہوتے ہیں کہ پھٹ جاتے ہیں تو ان میں سے پانی نکلنے لگ جاتا ہے"، اس کی عقل کے ترازو میں آ گئیں لیکن تیسری

62_ تفسیر صغیر، صفحہ: 21.

بات: " ان میں سے بعض پتھر وہ ہیں کہ اللہ کے ڈر سے گر پڑتے ہیں۔ "
یہ اس کے عقل میں نہ آ سکی کہ بھلا پتھر کیسے خوفِ خدا سے گر پڑتے ہیں ،لہذا "پتھروں" کی بجائے "دلوں" کی طرف ضمیر لوٹادی حالاں کہ پتھروں میں بھی اللہ نے ادراک وشعور دیا ہے انہیں خوف الہی ہوتا ہے وہ تسبیح کرتے ہیں اور کبھی حضور انور ﷺ کو یوں سلام کہتے ہیں: السلام علیک یارسول اللہ اور کبھی السلام علیک یانبی اللہ کے صیغے کے ساتھ سلامی پیش کرتے ہیں۔

چناں چہ امام مسلم بن حجاج قشیری، متوفی: ۲۶۱ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں:

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ.[63]
یعنی، ہر شے الحمد للہ کی تسبیح کرتی ہے۔

اورامام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی متوفی ۲۷۹ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں: عن عَلِیِّ بْنِ أَبِی طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِیِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَكَّةَ فَخَرَجْنَا فِی بَعْضِ نَوَاحِیهَا فَمَا اسْتَقْبَلَهُ جَبَلٌ وَلَا شَجَرٌ إِلَّا وَهُوَ یَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ.[64]

یعنی: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے میں سیدِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ اطرافِ مکہ میں گیا، جو درخت یا پہاڑ سامنے آتا تھا، السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ عرض کرتا تھا۔

63۔صحیح مسلم،کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ ،وتسلیم الحجر علیه قبل النبوة ،برقم:۲۲۷۷، ٤/ ۱۷۸۲

64۔ سُنن الترمذی،کتاب المناقب ،باب فی آیات اثبات نُبُوّةِ النّبی ﷺوما قد خصّه الله عزوجل به٤/ ٤۲۸ ،برقم:۳٦۲٦

امام مسلم بن حجاج قشیری متوفی ۲۶۱ھ اپنی سند سے روایت کرتے ہیں: عَنْ جَابِرِ بْنِ سَمُرَةَ، قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «إِنِّي لَأَعْرِفُ حَجَرًا بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَيَّ قَبْلَ أَنْ أُبْعَثَ إِنِّي لَأَعْرِفُهُ الْآنَ». (65)

یعنی، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں مکّہ معظمہ کے اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت سے پہلے مجھے سلام کیا کرتا تھا۔

پتھر بھی کہتے: "السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ"

اس حدیث کی شرح میں علامہ ملا علی بن سلطان محمد قاری متوفی ۱۰۱۴ھ لکھتے ہیں: أَيْ: وَيَقُولُ السَّلَامُ عَلَيْكَ يَا نَبِيَّ اللهِ كَمَا وَرَدَ فِي رِوَايَةٍ۔ (66)

یعنی، وہ پتھر یوں کہتا تھا: السلام علیك یا نبیَّ الله۔

حضور انور اپنی نبوت سے بچپن میں ہی خبر دار تھے

حدیث مذکور کی شرح کرتے ہوئے حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی متوفی: ۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

اس سے معلوم ہوا کہ حضور انور اپنی نبوت سے بچپن شریف میں ہی خبر دار

65۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ، وتسلیم الحجر علیه قبل النبوة، برقم: ۲۲۷۷، ٤ / ۱۷۸۲

66۔ مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح، کتاب الفضائل والشمائل / باب المبعث و بدء الوحی، باب علامات النبوة، الفصل الاول ۱۰ / ۵۲۹، رقم الحدیث: ۵۸۰۳

تھے۔ مکہ معظمہ کے پتھر اور در و دیوار حضور کی نبوت کی گواہی دے چکے تھے، پہلی وحی کے سارے واقعات حضور کی بے علمی کی بنا پر نہیں جیسا کہ ہم ابھی پچھلے باب میں عرض کر چکے ہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ اس وقت حضور کو اپنی نبوت کی خبر نہ تھی، آپ نے حضرت جبریل کو نہ پہچانا یا یہ کہ خدیجہ کبریٰ اور ورقہ ابن نوفل کے بتانے سے حضور نے اپنے کو نبی جانا غلط ہے۔ آج بچپن شریف میں پتھر تک حضور کو رسول اللہ نبی اللہ کہہ کر سلام کر رہے پھر بے خبری کیسے۔ (67)

گیارہویں غلطی:

”قَدْ خَلَتْ“ کا دُرست ترجمہ

﴿تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ﴾ (68)

ترجمہ: وہ ایک گروہ ہے کہ گزر گیا۔

اور اب تفسیر صغیر کا باطل ترجمہ ملاحظہ کیجیے:

یہ وہ جماعت ہے، جو (اپنا زمانہ پورا کرکے) فوت ہو چکی ہے۔ (69)

یہاں اس نے خَلَتْ کا معنی ” فوت ہو چکی ہے“ کیا ہے حالاں کہ یہ ساری تفسیر کی کتابوں بل کہ لغوی کُتبِ تفاسیر کے بھی خلاف ہے۔ اس کا صحیح ترجمہ ہے: ”گزر گیا“۔

کلمہ: ’قَدْ خَلَتْ“ کی لغوی تحقیق

67۔ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد:8، حدیث نمبر:5853

68۔ البقرۃ:141

69۔ تفسیر صغیر، ص:30.

امام ابو اسحاق زجاج، متوفی: 311ھ اس لفظ کی لغوی تحقیق بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

معنى (خَلَتْ) مضت، كما تقول لثلاث خلون من الشهر أي مضين.[70]

خلت کا معنی ہے: گزر گیا جیسے تم کہتے ہو: تین ماہ گزر گئے۔

دیکھیں! امام زجاج نے کلام عرب سے مثال پیش کر کے اسی لفظ کا استعمال بھی بتایا۔

اور امام ابو البرکات حافظ الدّین نَسفی حنفی، متوفی: 710ھ لکھتے ہیں:

(خَلَتْ) مضت.[71]

اور امام المحدثین و المفسرین امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابو بکر سیوطی شافعی متوفی: ۹۱۱ھ لکھتے ہیں:

أُمَّة قَدْ خَلَتْ [أي] سَلَفَتْ.[72]

یعنی، وہ جماعت گزر چکی ہے / وہ گروہ گزر گیا۔

لہذا اشمس و اَمس سے بھی زیادہ ظاہر وواضح ہو گیا کہ اس کا کیا ہوا ترجمہ باطل محض ہے۔

اقول و باللہ التوفیق: مرزا محمود یہ ترجمہ غلط اس وجہ سے کر رہا ہے کہ وہ اس سے بھی حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت کرنا چاہتا ہے۔ اس غلط و قرآن وحدیث کے خلاف نظریے کا ردِّ بلیغ آئے گا ان شاء اللہ تعالیٰ!!!

بارہویں غلطی:

70_ معاني القرآن وإعرابه، 213/1.

71_تفسير النسفي، 294/1..

72_تفسير الجلالين، 1/ 28.

فرمانِ باری تعالیٰ ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمۡسَاكٌۢ بِمَعۡرُوۡفٍ اَوۡ تَسۡرِيۡحٌۢ بِاِحۡسَانٍ﴾(73)

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

تین طلاقیں تین ہی ہیں چاہے الگ الگ دی جائیں یا بیک کلمہ

اس آیتِ کریمہ کی باطل تفسیر کرتے ہوئے مرزا بشیر لکھتا ہے:

عام طور پر اس زمانہ کے علما یہ سمجھتے ہیں کہ جس نے تین دفعہ طلاق کہہ دیا، اُس کی طلاق بائن ہو جاتی ہے یعنی اس کی بیوی اس سے دوبارہ اس وقت تک شادی نہیں کر سکتی جب تک کسی اور سے نکاح نہ کرے مگر غلط ہے؛ کیونکہ قرآن کریم میں صاف فرمایا گیا ہے: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ''یعنی وہ طلاق جو بائن نہیں وہ دو دفع ہو سکتی ہے اس طور پر کہ پہلے مرد طلاق دے پھر یا تو طلاق واپس لے لے اور رجوع کرے یا عدت گزرنے دے اور نکاح کرے پھر اَن بَن کی صورت میں دوبارہ طلاق دے۔ پس ایسی طلاق کا دو دفعہ ہونا قطعی طور پر ثابت ہے بس **ایک ہی دفعہ تین بار تین سے زیادہ طلاق** کہہ **دینے کو بائن قرار دینا قرآن کریم کے بالکل خلاف ہے۔** طلاق وہی بائن ہوتی ہے تین بار مذکورہ بالا طریقے کے مطابق طلاق دے اور تین عدتیں گزر جائیں۔''(74)

تفسیرِ مذکور قرآن وحدیث کے بالکل خلاف ہے؛ کیوں کہ قرآن وحدیث

73۔ سورۃ البقرۃ: 229.

74۔ تفسیر صغیر، زیر آیت ہذا، صفحہ: 55.

سے ثابت ہے کہ تین طلاقیں تین ہی ہیں چاہے الگ الگ دی جائیں یا بیک کلمہ دی جائیں۔ مسئلہ ہٰذا کی تفصیل ملاحظہ ہو:۔

زمانۂ جاہلیت میں طلاق کی کوئی حد مقرر نہ تھی، لوگ کئی طلاقیں دینے کے بعد عدّت ختم ہونے سے قبل رُجوع کرلیتے اور یہ عمل ایک دوبار تک محدود نہ تھا بلکہ اِس کی کوئی حد نہ تھی، جتنی بار چاہتے وہ اِس طرح کرتے اور عورتیں اذیّت میں مبتلا رہتیں کہ وہ نہ ان کو رکھتے اور نہ آزاد کرتے، ابتداء اسلام میں معاملہ اِسی طرح چل رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو اِس اذیّت سے نجات دی اور آزاد عورت کی طلاق کو تین تک محدود فرمادیا۔

چنانچہ امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ لکھتے ہیں:

عن قتادہ قال: کان أھل الجاھلیة، کان الرجل یطلق الثلاث و العشر و أکثر من ذلك ثم یراجع ما کانت فی العدة، فجعل اللہ حدّ الطلاق ثلاث تطلیقات.(75)

یعنی، حضرت قتادہ (تابعی بزرگ) سے مروی ہے کہ اہلِ جاہلیت میں سے کوئی مرد اپنی بیوی کو تین، دس اور دس سے بھی زائد طلاقیں دے دیتا پھر جب تک وہ عورت عدت میں ہوتی اس سے رجوع کرلیتا تو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی حد تین طلاقیں مقرر فرمادی۔

اور جب طلاق کی حدّ تین طلاقیں ہوگئی، اب مرد جب بھی تین طلاقیں دے گا چاہے بیک کلمہ دے یا بیک مجلس دے یا بیک وقت دے حد پوری ہو جائے گی اور عورت اُس پر حُرمت مغلّظہ کے ساتھ حرام ہو جائے گی اور پوری اُمّت کا اِس

75۔جامع البیان فی تفسیر القرآن، المجلد ، البقرہ، تحت قولہ تعالیٰ: اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" ،ص:۲۷۶.

پر اِجماع ہے کہ اگر کوئی ایک مجلس میں تین طلاقیں دے تو تین ہی واقع ہوں گی، اِس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے سوائے اہلِ ظاہر ابن تیمیہ اور اُس کے متبعین غیر مُقلّدین اور روافض کے، وہ تین کو ایک قرار دیتے ہیں۔ اور اُن کے اختلاف کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔

آیتِ طلاق کی جامع مانع تفسیر

سب سے پہلے ہم قرآنِ کریم کی آیاتِ مبارکہ اور معتمد ترین مُفسّرین کی کُتُبِ مُعتبرہ سے اُن کی چند تفاسیر کا ذکر کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے طلاق دینے کا یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے:

﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۖ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾

ترجمہ: یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے یا نکوئی (اچھے سلوک) کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔

یعنی، دو طلاقوں کے بعد شوہر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ رُجوع کر لے یا نہ کرے۔ اس کے بعد اللہ جل شانہ نے فرمایا:

﴿فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ﴾ (76)

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

اِس آیت سے پہلے "اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ" کا ذکر ہے یعنی طلاق رجعی دو مرتبہ دی جا سکتی ہے، اُس کے بعد "فَاِنْ طَلَّقَهَا" فرمایا۔ اِس کے شروع میں حرفِ فاء ہے، جو تعقیب بلامُہلت کے لئے آتا ہے جیسا کہ کُتُبِ قواعدِ عربیہ میں ہے، لہٰذا

76_ البقرۃ:۲/ ۲۳۰.

قواعدِ عربیہ کے مطابق معنیٰ یہ ہوگا کہ دو طلاقیں رجعی دینے کے بعد شوہر نے اگر فوراً تیسری طلاق دے دی تو اب وہ عورت اُس مرد کے لئے بغیر حلالہ شرعیہ کے حلال نہیں۔

قرآنِ مجید میں "مَرَّتٰنِ" کے اِطلاق سے معلوم ہوا کہ وقوعِ طلاق کے لیے الگ الگ طلاق دینا شرط نہیں خواہ ایک ساتھ دے یا الگ الگ، طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔

چنانچہ علامہ احمد بن محمد صاوی متوفی: ۱۲۴۱ھ لکھتے ہیں:

(فَاِنْ طَلَّقَهَا) أى طلقة ثالثة سواء وقع الإثنتان فى مرّة أو مرّتين، والمعنى فإن ثبت طلاقها ثلاثاً فى مرّة أو مرّات.هذا هو المجمع عليه.[77]

یعنی، اُس شوہر نے تیسری طلاق دی خواہ پہلی دو طلاقیں اس نے ایک ساتھ دی تھیں یا دوبار میں، لہذا آیت کا معنی یہ ہے کہ اگر تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی خواہ ایک دم دے یا الگ الگ، عورت حلال نہ رہے گی، جیسے اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے: تجھے تین طلاقیں ہیں تو تین ہی واقع ہو جائیں گی۔ اِسی پر اُمتِ مصطفیٰ کا اِجماع ہے۔

اور علامہ امام اِبن حجر عسقلانی متوفی: ۸۵۲ھ لکھتے ہیں:

قال القرطبي: وحُجّة الجمهور فى اللزوم من حيث النّظر ظاهرةٌ جداً، وهو أنّ المطلّقة ثلاثاً لا تحلّ للمطلِّق حتى تنكح زوجاً غيره، ولا فرق بين مجموعها و مفرقها لغةً و شرعاً.[78]

77۔ تفسیر الصاوی، ۱/ ۱۷۲، سورة البقرة.

78۔ فتح الباری، کتاب الطلاق، باب من جوّز الطلاق الثلاث، ۲۵۶/۱۲،

یعنی، قرطبی نے کہا: لزومِ طلاق میں یہ جمہور کی دلیل ہے اور وہ یہ کہ مطلّقہ ثلاثہ طلاق دینے والے کے لئے حلال نہیں ہوتی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔ اکٹھی اور الگ الگ طلاق دینے میں لغۃً اور شرعاً کوئی فرق نہیں ہے۔

اورامام محمد بن جریر طبری متوفی: ۳۱۰ھ آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں نقل کرتے ہیں:

عن علی بن أبی طلحة، عن ابن عباس قوله: (فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ) يقول: إن طلّقها فلا تحلّ له حتى تنكح زوجاً غيره. (79)

یعنی، حضرت علی بن ابی طلحہ سے مروی ہے وہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے اللہ تعالیٰ کے فرمان: ''پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُسے کے لیے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے'' کے بارے میں فرمایا: اگر اُسے تین طلاقیں دے دیں تو وہ عورت اُس کے لیے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

آیتِ مبارکہ '' اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ '' کا مطلب تو صرف یہ ہے کہ رجعی طلاق دو بار تک ہے اور تیسری طلاق کے بعد رجوع کا حق باقی نہیں رہتا۔

چناں چہ علامہ نظام الدّین الحسن بن محمد بن حسین نیشاپوری لکھتے ہیں:

و المعنى: أنّ الطلاق الرجعي مرّتان، و لارجعة بعد

الحدیث: ٥٢٦١.

79۔جامع البیان فی تفسیر القرآن، سورة البقرة، تحت قوله(فَلَا تَحِلُّ لَه،) الآية، ٢/ ٢٩٠.

الثلاث. (80)

یعنی، آیت کا معنی یہ ہے کہ طلاق رجعی دوبار تک ہے اور تین کے بعد کوئی رجعت نہیں۔

اور امام ناصر الدّین ابو الخیر عبد اللہ بن عمر بن محمد شیرازی بیضاوی شافعی ۶۹۱ھ لکھتے ہیں:

"اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ أی التطلیق الرجعی إثنان . (81)

یعنی، "طلاق دوبار ہے" کا معنی ہے: طلاق رجعی دو ہیں۔

اس پر علامہ عصام الدّین اسماعیل بن محمد حنفی متوفی ۱۱۹۵ھ لکھتے ہیں:

کذا قال أولاً التطلیق اثنان مطلقاً سواء وقعا دفعةً أو متفرقاً لما عرفت أنه یقع الطلاق و إن کان دفعةً. (82)

یعنی، اس وجہ سے علامہ بیضاوی نے پہلے فرمایا طلاقیں مطلقاً دو ہیں چاہے ایک ساتھ واقع ہوں یا الگ الگ، اس لئے کہ تو نے جان لیا کہ طلاقیں ہو جاتی ہیں اگرچہ ایک ساتھ (ایک سے زائد) دی جائیں۔

اور علامہ مُصلح الدّین مصطفی بن ابراہیم رومی حنفی متوفی: ۸۸۰ھ لکھتے ہیں:

علامہ بیضاوی کا قول کہ "طلاق رجعی دو ہیں؛ کیوں کہ تین کے بعد رجعت نہیں ہوتی۔ (83)

80۔ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان علی ھامش جامع البیان ، سورۃ البقرۃ، ص: ۳۶۰

81۔ تفسیر البیضاوی، ، سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۲۹، ص: ۱۴۲

82۔حاشیۃ القونوی علی التفسیر البیضاوی، سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۲۹، ۵/ ۲۵.

83۔حاشیۃ التمجید علی تفسیر البیضاوی مع حاشیۃ القونوی، سورۃ البقرہ: ۲/ ۲۲۹، ص: ۲۳۵.

اور امام فخر الدّین ابو بکر بن علی حداد زَبیدی حنفی متوفی: ۸۰۰ھ لکھتے ہیں:

و لفظ مَرَّتٰنِ دلیل علی أن التفریق سنة، لأن من طلّق اثنتین معاً لا یقال طلقها مرّتین.(84)

یعنی، لفظِ ''مَرَّتٰنِ'' میں اِس بات کی دلیل ہے کہ طلاق میں تفریق سنّت ہے یعنی اس بات کی دلیل نہیں کہ اگر اکٹھی دے دی جائے تو ایک واقع ہو گی؛ کیونکہ جو شخص ایک ساتھ دو طلاقیں دے دے یعنی یوں کہے کہ تجھے دو طلاقیں ہیں تو یہ نہیں کہا جاتا کہ اُس نے دوبار طلاق دی اگرچہ دو طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں۔

بیک کلمہ تین طلاقوں میں سرخیلِ غیر مقلّدین کا مَوقِف

غیر مُقلّدین کے سرخیل ابنِ حزم نے لکھا:

ثم وجدنا من حُجّة من قال: إن الطلاق الثلاث مجموعةً سنةٌ لا بدعةٌ قول الله تعالیٰ: (فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَه، مِنْ بَعْد حَتّٰی تَنْكِحَ زَوْجًا غَیْرَہ،) فهذا یقع علی الثلاث مجموعةً و مفرّقةً و لا یجوز أن یخصّص بهذه الآیة بعض ذلك دون بعض بغیر نصّ .(85)

یعنی، پھر ہم لوگوں نے اُن لوگوں کی جو بیک وقت اکٹھی تین طلاقوں کو بدعت نہیں کہتے بلکہ سنّت سمجھتے ہیں، یہ دلیل پائی کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:"پھر اگر تیسری طلاق اُسے دی تو اب وہ عورت اُس کے لیے حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے" یہ مضمون اُن تین طلاقوں پر بھی صادق آتا ہے جو اکٹھی ہوں اور اُن تین پر بھی صادق آتا ہے جو متفرّقاً جُدا جُدا دی گئی ہوں، بغیر

84_تفسیر الحداد، سورة البقرہ: ۲/ ۲۲۹، ص: ۳۴۸.

85_المحلّی لابن حزم: ۹/ ۳۹۴.

کسی نص ِ صریح کے اِس آیت کے حکم کو تین متفرق و جُدا طلاقوں کے ساتھ مخصوص کر دینا اور اکٹھی تین کو شامل نہ کرنا صحیح نہیں ہے۔

مسئلہ ٔطلاقِ ثلاثہ کی وضاحت کُتُبِ اَحادیث سے

امام ابو عبد الرحمن احمد بن شعیب نسائی متوفی: ۳۰۳ھ روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مخرمةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ: سَمِعْتُ مَحْمُوْدَ بْنَ لَبِيْدٍ، قَالَ: أُخْبِرَ رَسُوْلُ اللہ عَنْ رَجُلٍ طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثَ تَطْلِيْقَاتٍ جَمِيْعاً، فَقَامَ غَضَبَاناً ثُمَّ قَالَ: "أَيُلْعَبُ بِكِتَابِ اللہ وَأَنَا بَيْنَ أَظْهُرِكُمْ؟" حَتّٰى قَامَ رَجُلٌ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللہ! أَلَا أَقْتُلُهُ .(86)

یعنی، حضرتِ مخرمہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں اور وہ فرماتے ہیں: میں نے حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ایک شخص کے متعلق یہ خبر دی گئی کہ اُس نے اپنی بیوی کو بیک وقت تین طلاقیں دے دی ہیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غضب ناک حالت میں کھڑے ہوگئے اور فرمایا: میرے سامنے کتاب اللہ کو کھیل بنایا جارہا ہے ؟ "حتیٰ کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر عرض کی یا رسول اللہ ! میں اِس کو قتل نہ کر دوں۔

اور امام ابو عبد الرزاق بن ہمام صنعانی متوفی ۲۲۱ھ روایت کرتے ہیں:

عَنِ الْحَكَمِ أَنَّ عَلِياً وَ ابْنَ مَسْعُوْدٍ وَ زَيدِ بْن ثَابِتٍ رضی اللہ عنهم قَالُوْا: إِذَا طَلَّقَ الْبِكْرَ ثَلَاثًا فَجمَعَهَا لَمْ تَحِلَّ لَه، حَتّٰى تَنْكِحَ

86...سنن النسائي، كتاب الطلاق ،باب الثلاث المجموعة إلخ، ص:١٤٢، الحديث:٣٣٨٩.

زَوْجًا غَیرَہ،، فَإِنْ فَرَّقَهَا بَانَتْ بِالْأُوْلٰى وَ لَمْ تَكُنِ الْأُخْرَيِيْنِ. (87)

یعنی، حکم سے مروی ہے کہ حضرت علی، حضرت ابن مسعود، اور حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہم نے فرمایا: جب کوئی شخص باکرہ (یعنی غیر مدخول بہا) کو تین طلاقیں دے دے پھر ان کو جمع کرے (یعنی ایک ہی مجلس میں تینوں طلاقیں دے مثلاً اس طرح کہے تجھے تین طلاق تو تینوں ہی واقع ہونے کی وجہ سے) یہ عورت اس شوہر پر حلال نہ ہو گی جب تک دوسرے شوہر کے پاس نہ رہے، پس اگر اس نے جدا جدا تین طلاقیں دیں (یعنی اس طرح کہا تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے، تجھے طلاق ہے) تو (غیر مدخول بہا ہونے کی وجہ سے) پہلی طلاق سے وہ بائنہ ہو جائے گی (دوسری طلاق کے لئے وہ محل نہ رہے گی اس لئے) آخری دو کچھ بھی نہ ہوں گی۔

اور امام ابن ابی شیبہ متوفی ۲۳۵ھ نے روایت کیا ہے:

عَنْ أَبِیْ هُرَیْرَةَ وَ ابْنِ عَبَّاسٍ وَّعَائِشَةَ فِی الرَّجُلِ یُطَلِّقُ امْرَأَتَهُ ثَلَاثاً قَبْلَ أَنْ یَدْخُلَ بِهَا قَالُوْا: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَیْرَهُ. (88)

یعنی: حضرت ابو ہریرہ، حضرت ابن عباس اور اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما تینوں یہ فتوی دیتے تھے کہ جس شخص نے مقاربت سے پہلے اپنی بیوی کو (بیک کلمہ) تین طلاقیں دے دیں تو اس کی بیوی اس پر اس وقت تک حلال نہیں جب تک کہ وہ دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔

اور امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث متوفی: ۲۷۵ھ روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ أَیَاسٍ، أَنَّ ابْنَ عَبَّاسٍ، وَأَبَا هُرَیرَةَ، وَعَبْدَ اللهِ بْنَ

87۔شرح معانی الآثار، کتاب الطلاق، باب الرجل یطلّق إمرأته ثلاثاً معاً، ص:۵۸، الحدیث: ۴۴۸۰.

88۔ مصنّف ابن أبی شیبة، کتاب الطلاق، باب فی الرجل یتزوّج المرأة ثم یطلّقها، ۱۱/ ۱۹، الحدیث:۹.

عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ سُئِلُوا عَنِ الْبِكْرِ وَ يُطَلِّقُهَا زَوْجُهَا ثَلَاثاً، فَكُلُّهُمْ قَالُوْا: لَا تَحِلُّ لَهُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ.(89)

یعنی: محمد بن ایاس بیان کرتے ہیں کہ حضرت عبد اللہ بن عباس، ابو ہریرہ، عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے پوچھا گیا: کوئی شخص اپنی بیوی کو ایک ساتھ تین طلاقیں دے دے، اس کا کیا حکم ہے؟ تو سب نے فرمایا کہ وہ عورت اس پر بغیر حلالۂ شرعیہ کے حلال نہیں ہوگی۔

دربارۂ طلاقِ ثلاثہ، فقہا صحابہ اور فقہاے عامّہ کا مَوقِف

کبار فقہا صحابۂ کرام رحمہم اللہ السلام تین طلاقوں کے وقوع کے قائل ہیں۔

چناں چہ مُحقِّق علی الاطلاق امام ابن ہمام متوفی ۶۸۱ھ فرماتے ہیں:

لا تبلغ عدة المجتهدين الفقهاء منهم أكثر من عشرين كالخلفاء، والعبادلة، وزيد بن ثابت، و معاذ بن جبل، وأنس، وأبي هريرة وقليل والباقون يرجعون إليهم ويستفتون منهم، وقد أثبتنا النقل عن أكثرهم صريحاً بايقاع الثلاث، ولم يظهر لهم مخالف، فماذا بعد الحقّ إلّا الضّلال.(90)

یعنی، مجتہدین فقہا صحابہ کی تعداد بیس سے زیادہ نہیں ہے، جیسے خلفاے اربعہ (ابو بکر، عمر، عثمان، علی)، عبادلہ (عبد اللہ بن مسعود، عبد اللہ بن عمر، عبد اللہ بن عباس، عبد اللہ بن عمرو، عبد اللہ بن زبیر) زید بن ثابت، معاذ بن جبل، انس اور ابو ہریرہ اور تھوڑے سے اور، نیز بقیہ صحابہ ان فقہا صحابہ کی طرف رجوع کرتے تھے اور ان سے فتویٰ حاصل کرتے تھے اور ان میں سے اکثر کے فتاویٰ ہم نے نقل کیے ہیں، جن میں

89_سنن أبي داؤد، كتاب الطلاق، باب نسخ المراجعة بعد التطليقات الثلاث، ۷/ ۴۵۰، الحديث: ۲۱۹۸.

90_فتح القدير شرح الهداية، كتاب الطلاق، باب طلاق السنّة، ص: ۳۳۰.

صراحۃً مذکور ہے کہ بیک وقت دی گئی تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور ان کے فتاویٰ کا کوئی صحابی بھی مخالف نہیں ہے، پس یہی حق ہے کہ بیک وقت دی گئیں تین طلاقیں واقع ہو جاتی ہیں اور حق کے بعد گمراہی کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔

اور مُدرِّسِ حَرَم مکی شیخ احمد بن احمد جکنی شنقیطی مالکی "فتح المنعم بشرح زاد المسلم" کے حوالے سے لکھتے ہیں:

أن جماهير العلماء من السلف والخلف مطبقون على أن من قال لزوجته : أنت طالق ثلاثاً . أنها تحرم عليه بموجب ذلك حتى تنكح زوجاً غيره ؛ فيدخل بها الدخول المعتبر شرعاً-؛قال : وخالف في ذلك الشيعة وبعض أهل الظاهر فقالوا : لا يقع إذا أوقعه دفعة واحدة ، واحتجوا بأن ذلك خلاف السنة فيرد إلى السنة۔

وقال العيني في عمدة القاري شرح صحيح البخاري ما نصه : ومذهب جماهير العلماء من التابعين ومن بعدهم، منهم الأوزاعي والنخعي والثوري وأبو حنيفة وأصحابه ، ومالك وأصحابه ، والشافعي وأصحابه ، وأحمد وأصحابه ، وإسحاق، وأبو ثور ، وأبو عبيد ، وآخرون كثيرون ، على أن من طلّق امرأته ثلاثاً وقعن، ولكنه يأثم، وقالوا: من خالف فيه فهو شاذّ مخالف لأهل السنّة، وإنّما تعلق به أهل البدع ومن لايلتفت إليه لشذوذه عن الجماعة التي لا يجوزعليهم التواطؤ على تحريف

الکتاب و السنة.[91]

یعنی: جمہور علما سلفاً خلفاً اس پر متفق ہیں کہ جس نے اپنی بیوی سے کہا: "تجھے تین طلاقیں ہیں" تو وہ عورت اس کلام کے موجب اس شخص پر حرام ہو جائے گی یہاں تک کہ دوسرے خاوند سے نکاح کرے پھر بعد نکاح وہ اس سے دُخول کرے اور (حلالہ میں) دُخول شرعاً معتبر ہے۔ فرمایا: اس میں شیعہ اور بعض اہلِ ظاہر نے مخالفت کی۔ انہوں نے کہا: جب بیک وقت طلاقیں واقع کرے گا تو واقع نہ ہوں گی، انہوں نے دلیل پکڑی کہ ایسا کرنا خلافِ سنّت ہے، لہٰذا اُسے سنّت کی طرف پھیرا جائے گا۔

اور علامہ عینی علیہ الرحمہ نے "عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری" میں فرمایا:

تابعین، تبع تابعین، ان میں سے امام اوزعی، امام نخعی، امام ثوری، امام ابو حنیفہ اور ان کے اصحاب، امام مالک اور ان کے اصحاب، امام شافعی اور ان کے اصحاب، امام احمد اور ان کے اَصحاب، اسحاق، ابو ثَور، ابو عُبَید اور بہت سے دوسرے جمہور علماو فقہاے کرام رحمہم اللہ السّلام کا مذہب یہ ہے کہ جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں تو واقع ہو جائیں گی لیکن وہ گنہگار ہو گا۔

اور فقہاے کرام فرماتے ہیں:

اس مسئلہ میں مخالفت کرنے والے بہت کم ہیں، اہلِ سنّت کے مخالف و معاند ہیں بلکہ محض بدعتی ہیں، ان کی طرف توجہ نہ کی جائے گی؛ کیونکہ وہ اُس جماعت سے جُدا ہو گیا، جو تحریفِ قرآن وسنّت پر متفق نہیں ہو سکتی۔

تیرہویں غلطی:

91۔ مواھب الجلیل من أدلة خلیل، کتاب النکاح، الرآی فی لزوم الطلاق الثلاث دفعة واحدة، ۳/ ٦.

حلالہ شرعیہ قرآن وحدیث کی روشنی میں

اسی آیت کی تفسیر میں مرزابشیر لکھتا ہے:

ہمارے ملک میں یہ طلاق مذاق بن گئی ہے اور **اس کا علاج حلالہ جیسی گندی رسم سے نکالا گیا ہے۔**[92]

حلالے کا ثبوت قرآن و حدیث سے ہے اور یہ اسے گندی رسم کہہ رہا ہے۔پناہ بخدا!

حلالہ کا شرعی طریقہ کار

حلالہ کا شرعی طریقہ یہ ہے کہ تین طلاقوں کے بعد عورت عدت گزار کر کسی دوسرے مرد سے نکاح کرے اور وہ دوسرا شوہر صحبت کے بعد طلاق دے یا وہ فوت ہو جائے اور پھر اس دوسرے شوہر کی عدت گزار کر پہلے شوہر سے نکاح کر سکتی ہے۔

چناں چہ تین طلاقوں کے بعد حکم حلالہ کے بارے میں اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ م بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجاً غَيْرَهُ﴾[93]

ترجمہ: پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اسے حلال نہ ہوگی جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے۔(کنزالایمان)

اور امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ روایت کرتے ہیں کہ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

أَنَّ رَجُلاً طَلَّقَ امْرَأَتَهُ ثَلَاثاً، فَتَزَوَّجَتْ فَطَلَّقَ، فَسُئِلَ النَّبِيُّ أَتَحِلُّ لِلْأَوَّلِ؟ قَالَ: "لَا، حَتَّى يَذُوقَ عُسَيلَتَهَا كَمَا ذَاقَ الْأَوَّلُ".[94]

92۔ تفسیر صغیر، صفحہ:55.

93۔ البقرہ: ۲/۲۳۰.

94۔ صحیح البخاری، کتاب الطلاق، 3/ 412، الحدیث: 5261.

یعنی، ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں۔ اس عورت نے کہیں اور شادی کرلی، اس نے بھی طلاق دے دی، پھر رسول اللہ ﷺ سے پوچھا گیا: کیا وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں! جب تک دوسرا شوہر پہلے شوہر کی طرح اس کی مٹھاس نہ چکھ لے (ہم بستری نہ کرلے)۔

کیا حلالے کے لیے ہم بستری شرط ہے؟

احادیث مبارکہ میں آنے والے لفظِ "عُسیلہ" سے مراد "جِماع" ہے۔

چناں چہ امام احمد بن حنبل متوفی ۲۴۱ھ روایت کرتے ہیں اور ان سے حافظ نور الدین ہیثمی متوفی: ۸۰۷ھ نقل کرتے ہیں:

عن عائشة: أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ قَالَ: الْعُسَيلَةُ هِيَ الْجِمَاعُ.[95]

یعنی، اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "عُسیلہ" سے مراد ہم بستری ہے۔

اور علامہ زین الدین ابن نجیم حنفی متوفی: ۹۷۰ھ لکھتے ہیں:

فَكَانَ الْحَدِيثُ عِبَارَةً فِيْ اشْتِرَاطِ وَطْئِهِ لِلتَّحْلِيلِ.[96]

یعنی، پس یہ حدیث حلالہ کے لئے ہمبستری کے شرط ہونے میں عِبَارَةُ النَّص" ہے۔

اور علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی متوفی ۱۲۵۲ھ لکھتے ہیں:

فَإِنَّهُ عِبَارَةٌ فِي اشْتِرَاطِ وَطْئِهِ فِي التَّحْلِيلِ لِكَوْنِهِ مَسُوقاً لَه.[97]

یعنی، یہ حدیث حلالہ میں ہم بستری کے شرط ہونے میں "عِبَارَةُ النَّص" ہے؛

95۔ مجمع الزوائد، کتاب الطلاق، 4/ 445، الحديث: 7798.

96۔ فتح الغفار، بشرح المنار، حكم الخاص، ص: 28.

97۔ نسمات الأسحار على إفاضة الأنوار شرح المنار، بحث الخاص، ص:21.

کیونکہ اسے اِسی کے بیان میں لایا گیا۔

مذکورہ تفصیل سے روزِ روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ حلالے کے لیے ہم بستری شرط ہے۔[98]

سورۃ آل عمران

چودھویں غلطی:

''وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ'' میں رکوع سے مراد

اللہ جلّ جلالُہٗ کا فرمان ہے:

يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ[99]

ترجمہ: اے مریم! اپنے رب کے حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لیے سجدہ کر اور رکوع والوں کے ساتھ رکوع کر۔ (کنز الایمان)

ترجمہ تفسیرِ صغیر: اے مریم! تو اپنے ربّ کی فرمانبردار بن اور سجدہ کر اور صرف موحّدانہ پرستش کرنے والوں کے ساتھ موحّدانہ پرستش کر۔

مرزا قادیانی نے یہاں بھی غلط بیانی سے کام لیا اور لفظِ ''رکوع'' کے معنی میں تحریف کی ہے اور ''رکوع'' کا معنی ہے: جھکنا / تذلّل / تواضع اور اس نے اپنی طرف سے ترجمہ کیا: ''موحّدانہ پرستش کرنا'' حالاں کہ کسی مفسّر نے اس معنی کا ارتکاب نہیں کیا۔

98۔ آخر الذکر دونوں مسائل کی مکمل تفصیل جاننے کے لیے میرے شیخ، محترم المقام عطائے اہلِ سنّت ڈاکٹر مفتی محمد عطاء اللہ نعیمی صاحب حفظہ اللہ وأطال عمرہٗ کی اس موضوع پر لاجواب کتابِ مستطاب: ''طلاقِ ثلاثہ کا شرعی حکم'' کا بالاستیعاب مطالعہ فرمائیں۔

99۔ سورۃ آل عمران: 43.

چناں چہ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وارکعي مع الراكعين إما أن يكون أمرا لها بالصلاة بالجماعة فيكون قوله واسجدي أمرا بالصلاة حال الانفراد، وقوله واركعي مع الراكعين أمرا بالصلاة في الجماعة، أو يكون المراد من الركوع التواضع۔[100]

یعنی: ''رکوع'' سے مراد یا تو حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو باجماعت نماز ادا کرنے کا حکم ہے، لہٰذا اس معنی کے اعتبار سے فرمانِ باری تعالیٰ: وَ اسْجُدِیْ سے مراد تنہا نماز ادا کرنے کا حکم ہو گا اور وَ ارْكَعِیْ سے مراد نماز باجماعت ادا کرنے کا حکم ہو گا یا پھر ''رکوع'' سے تواضع وانکساری مراد ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ رکوع کا معنی موحدانہ پرستش کرنا بالکل بھی دُرست نہیں ہے۔

پندرہویں غلطی:

حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے قرآنی معجزات

اللہ تعالیٰ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو بیان کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰیَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّیْنِ كَهَیْـَٔةِ الطَّیْرِ فَاَنْفُخُ فِیْهِ فَیَكُوْنُ طَیْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ اُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَ الْاَبْرَصَ وَ اُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَ

100... مفاتيح الغيب المعروف بتفسير الكبير، تحت الآية: 3/ 43.

اُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَ مَا تَدَّخِرُوْنَ فِيْ بُيُوْتِكُمْ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ (101)

ترجمہ: اور رسول ہو گا بنی اسرائیل کی طرف یہ فرماتا ہوا کہ میں تمہارے پاس ایک نشانی لایا ہوں تمہارے رب کی طرف سے کہ میں تمہارے لیے مٹی سے پرند کی سی مورت بناتا ہوں پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو وہ فوراً پرند ہو جاتی ہے اللہ کے حکم سے اور میں شفا دیتا ہوں مادر زاد اندھے اور سپید داغ والے کو اور میں مُردے جلاتا ہوں اللہ کے حکم سے اور تمہیں بتاتا ہوں جو تم کھاتے اور جو اپنے گھروں میں جمع کر رکھتے ہو۔ بے شک ان باتوں میں تمہارے لیے بڑی نشانی ہے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ (کنز الایمان)

مُعجزاتِ خمسہ تفاسیر کی روشنی میں

اس آیت میں حضرت عیسیٰ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَام کے پانچ معجزات بیان کیے گئے ہیں۔

(1) مٹی سے پرندے کی صورت بنا کر پھونک مارنا اور اس سے حقیقی پرندہ بن جانا۔

(2) پیدائشی اندھوں کو آنکھوں کا نور عطا فرما دینا۔

(3) کوڑھ کے مریضوں کو شفایاب کر دینا۔

(4) مردوں کو زندہ کر دینا۔

(5) غیب کی خبریں دینا۔

معجزہ کسے کہتے ہیں؟

101... سورۃ آلِ عمران: 49.

جو عجیب و غریب حیرت انگیز کام نبی علیہ الصلاۃ والسلام سے ظہور نبوت کے بعد صادر ہو، اُسے معجزہ کہتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور ید بیضا یا نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا چاند کو چیرنا اور مذکورہ پانچ باتیں۔

جب کہ مرزا بشیر قادیانی تفسیر صغیر میں اس آیت کی غلط و باطل تفسیر میں معجزاتِ مذکورہ کا واضح انکار کرتے ہوئے لکھتا ہے:

یعنی جس طرح پرندہ انڈے سی کر بچے نکالتا ہے میں بھی اسی طرح انسانوں میں سے روحانی قابلیت کے لوگوں کو اپنی تربیت میں لے کر ایک دن اس قابل بنا دیتا ہوں کہ وہ خدا تعالیٰ کی طرف روحانی پرواز کرنے والے بن جاتے ہیں۔ یہ مراد نہیں کہ میں خدا بن جاؤں گا اور نہ یہ مراد ہے کہ زندہ پرندے پیدا کروں گا۔۔۔۔ یہود کو حکم تھا کہ اندھوں اور مبروص کو ناپاک سمجھیں۔ مسیح سے اللہ تعالیٰ نے اس ظلم کا ازالہ کر دیا۔ اسی کو اس جگہ بیان کیا گیا ہے۔ لوگوں نے غلطی سے یہ سمجھ لیا کہ مادر زاد اندھوں اور مبروص کو وہ اچھا کرتے تھے۔۔۔۔۔ یعنی تم کو ان نیک کاموں کی خبر دوں گا جن کے کرنے سے انسان اللہ تعالیٰ کا مقرب ہو جاتا ہے۔(102)

قارئینِ کرام! دیکھا آپ نے کہ اس نے کس قدر ہوشیاری و مکاری کے ساتھ ہر معجزے کا حقیقی معنی بدل کر اپنی طرف سے من گھڑت معنی بیان کیا ہے۔

حالاں کہ مذکورہ تمام معجزات پر ایمان لانا ضروریاتِ دین میں سے ہے کہ ان کا ثبوت قرآنِ حکیم سے ہے اور مطلقاً ان کا اِنکار کفر ہے۔

چناں چہ علامہ زین الدّین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم مصری حنفی،

102... سورۃ آل عمران، آیت:49، تفسیر صغیر ص:86-85.

متوفی:۹۷۰ھ لکھتے ہیں: ویکفُر إذَا أنکرَ آیةً مِن القُرآنِ۔[103]

یعنی: جس نے قرآنِ کریم کی ایک آیت کا بھی انکار کیا، وہ کافر ہو جاتا ہے۔

اور مُعجزات کے اِنکار کا حکم بیان کرتے ہوئے امام ابو الفضل قاضی عیاض، مالکی، متوفی544ھ تحریر فرماتے ہیں:

قسم منها علم قطعاً و نقل الینا متواتراً کالقران فلا مریة ولاخلاف بمجیئ النبیء به وظهوره به من قبله واستدلاله بحجته، وإن أنکر هذا معاند جاحد فهو کإنکاره بوجود محمد صلی الله علیه وآله وسلم فی الدنیا.۔[104]

یعنی: معجزہ کی ایک قسم وہ ہے جو قطعی طور پر معلوم ہے اور تواتر سے ہم تک پہنچا ہے۔جیسا کہ قرآنِ پاک کہ اس میں کوئی شک نہیں اور کوئی اختلاف نہیں کہ یہ حضرت محمد صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم پر نازل ہوا ہے اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی طرف سے ظاہر ہوا ہے اور حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے اس کے حجت ہونے پر استدلال کیا ہے۔اگر کوئی عناد رکھنے والا اور منکر شخص اس قرآن ہی کا انکار کرے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص حضور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے دنیا میں تشریف لانے ہی کا انکار کرے(اور یہ کفر صریح ہے۔)

اور حضور شارح بخاری، فقیہ اَعظم ہند، مفتی محمد شریف الحق امجدی حنفی، متوفی:1421ھ تحریر فرماتے ہیں:

103۔۔ البحر الرائق شرح کنز الدقائق،کتاب السیر،باب أحکام المرتد،٥/ ٢٠٥

104۔۔ الشفاء بتعریف حقوق المصطفی،فصل فی معجزاته صلی الله علیه وآله وسلم، ومعنی المعجزة، ص: 313تا314.

مُعجزات کا مطلقاً انکار کرنا کفرِ صریح ہے۔[105]

اُمّت کے جماہیر مُفسرین نے آیتِ مذکورہ میں موجود معجزاتِ خمسہ کی تفصیل کو بیان فرمایا ہے لیکن **مرزا ان معجزات کا انکار کر رہا ہے۔** معاذ اللہ!

چناں چہ عمدۃ المفسرین علامہ علاء الدین خازن، متوفی: 741ھ لکھتے ہیں:

أن عيسى عليه السلام لما ادّعى النبوة وأظهر لهم المعجزات أخذوا يتعنتون عليه فطلبوا منه أن يخلق لهم خفاشا فأخذ طينا وصوره كهيئة الخفاش، ثم نفخ فيه فإذا هو طير يطير بين السماء والأرض--- وكان الغالب على زمان عيسى عليه السلام الطب فأراهم المعجزة من جنس ذلك إلّا أنه ليس في علم الطب إبراء الأكمه والأبرص فكان ذلك معجزةً له ودليلاً على صدقه. وقال وهب: ربما اجتمع على عيسى عليه السلام من المرضى في اليوم الواحد نحو خمسين ألفا فمن أطاق أن يمشي إليه مشى، ومن لم يطق مشى عيسى عليه السلام إليه وكان يداويهم بالدعاء على شرط الإيمان برسالته۔[106]

یعنی:(1) جب حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا اور معجزات دکھائے تو لوگوں نے درخواست کی کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام ایک

105... فتاویٰ شارح بخاری، عقائد متعلقہ نبوت، 1/572۔

106... لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بخازن، سورة آل عمران، تحت الآية: 49.

چمگادڑ پیدا کریں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے مٹی سے چمگادڑ کی صورت بنائی، پھر اس میں پھونک ماری تو وہ آسمانوں اور زمین کے بیچ میں اڑنے لگی۔

(2،3) حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ میں طب کا علم انتہائی عروج پر تھا اور طب کے ماہرین علاج کے معاملے میں انتہائی مہارت رکھتے تھے اس لیے ان کو اسی قسم کے معجزے دکھائے گئے تاکہ معلوم ہو کہ طب کے طریقہ سے جس کا علاج ممکن نہیں ہے اس کو تندرست کر دینا یقیناً معجزہ اور نبی کی نبوت کی دلیل ہے۔

حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قول ہے کہ اکثر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے پاس ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار مریضوں کا اجتماع ہو جاتا تھا۔ ان میں جو چل سکتا تھا، وہ حاضرِ خدمت ہوتا تھا اور جسے چلنے کی طاقت نہ ہوتی، اس کے پاس خود حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام تشریف لے جاتے اور دعا فرما کر اس کو تندرست کرتے اس شرط پر کہ وہ ان کی رسالت پر ایمان لائے۔

اور امام المفسرین علامہ شمس الدین قرطبی، متوفی: 671ھ تحریر فرماتے ہیں:

أحيا أربعة أنفس: العاذر: وكان صديقا له، وابن العجوز وابنة العاشر وسام بن نوح، فالله أعلم.

فأما العاذر فإنه كان قد توفي قبل ذلك بأيام فدعا الله فقام بإذن الله وودكه يقطر فعاش وولد له،

وأما ابن العجوز فإنه مر به يحمل على سريره فدعا الله فقام ولبس ثيابه وحمل السرير على عنقه ورجع إلى أهله.

وأما بنت العاشر فكان أتى عليها ليلة فدعا الله فعاشت بعد

ذلك وولد لها،

فلما رأوا ذلك قالوا: أحى لنا سام بن نوح. فقال لهم: دلوني على قبره، فخرج وخرج القوم معه حتى انتهى إلى قبره فدعا الله فخرج من قبره وقد شاب رأسه. فقال له عيسى: كيف شاب رأسك ولم يكن في زمانكم شيب؟ فقال: يا روح الله، إنك دعوتني فسمعت صوتا يقول: أجب روح الله، فظننت أن القيامة قد قامت، فمن هول ذلك شاب رأسي. فسأله عن النزع فقال: يا روح الله إن مرارة النزع لم تذهب عن حنجرتي، وقد كان من وقت موته أكثر من أربعة آلاف سنة، فقال للقوم: صدقوه فإنه نبي---

وذلك أنهم لما أحيا لهم الموتى طلبوا منه آية أخرى وقالوا: أخبرنا بما نأكل في بيوتنا وما ندخر للغد، فأخبرهم فقال: يا فلان أنت أكلت كذا وكذا، وأنت أكلت كذا وكذا وادخرت كذا وكذا، كان يخبر الصبيان في الكتاب بما يدخرون حتى منعهم آباؤهم من الجلوس معه. قتادة: أخبرهم بما أكلوه من المائدة وما ادخروه منها خفية۔[107]

حضرت عیسیٰ نے کتنے اور کونسے اشخاص کو زندہ کیا؟

107۔۔الجامع لأحكام القرآن المعروف بتفسير القرطبي ، آل عمران، تحت الآية: 49.

یعنی:(4)حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے چار شخصوں کو زندہ کیا،۱: عازر،۲:ابن العجوز،۳:ابنۃ العاشر،۴:سام بن نوح واللہ تعالی اعلم بالصّواب۔

پہلا عازر تھا، جو آپ علیہ الصلاۃ والسلام کا گہرا دوست تھا،(اس کی وفات کے وقت ،اس کے پاس) آپ علیہ الصلاۃ والسلام کے پہنچنے سے پہلے اس کا انتقال ہو گیا تو آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی اور عازر بحکمِ الٰہی زندہ ہو گیا دراں حالے کہ اس سے مُردہ سے بہنے والی چیز قطرہ قطرہ بہہ رہی تھی اور اس کے بعد وہ زندہ رہا اور اس کی اولاد بھی ہوئی۔

دوسرا ایک بڑھیا کا لڑکا تھا، جس کا جنازہ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کے سامنے جا رہا تھا۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس کے لیے دعا فرمائی، وہ زندہ ہو گیا، کپڑے پہن کر جنازہ کی چارپائی کو اپنے کندھے پر اٹھایا اور اپنے گھر آ گیا۔

تیسری ایک لڑکی تھی جس کی وفات رات کے وقت ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی دعا سے اس کو زندہ کیا، پھر زندہ رہی اور اس کے ہاں اولاد بھی ہوئی۔

سام بن نوح کو کتنے سال بعد زندہ کیا گیا؟

چوتھا سام بن نوح تھا(جو نوجوان ایک عرصہ پہلے مر چکا تھا) جب لوگوں نے اس بڑھیا کو زندہ دیکھا تو انہوں نے عرض کی کہ آپ علیہ الصلاۃ والسلام اس جوان کو بھی زندہ کریں۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے فرمایا: اس کی قبر کہاں ہے؟ تو ان کی نشاندہی سے قبر پر پہنچے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کی تو وہ قبر سے باہر آ گیا دراں حالے کہ اس کے سر پر بڑھاپے کے آثار تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے پوچھا: تمہارے زمانے (قبر) میں بندہ بوڑھا نہیں ہوتا تو تمہارے سر

کے بال سفید کیسے ہو گئے؟ اس نے جواب دیا: جب آپ نے مجھے پکارا تو میں نے سنا کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے: "اَجِبْ رُوْحَ الله" یعنی "حضرت عیسیٰ روحُ اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کی بات سن" یہ سنتے ہی مجھے گمان ہوا کہ قیامت قائم ہو گئی، اس کی دہشت وہولناکی سے میرے سر کے بال سفید ہو گئے، پھر حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام نے اس سے وقتِ نزع کی تکلیف کے متعلق پوچھا تو اس نے حضرت عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام سے درخواست کی کہ دوبارہ میرے نرخرے سے نزع کی تکلیف نہ گزرے یعنی دوبارہ مجھے سکراتِ موت کی تکلیف نہ ہو حالاں کہ اس وقت اس کی وفات کو چار ہزار سال گزر چکے تھے (اللہ اکبر)، پھر اس نے قوم سے کہا کہ تم عیسیٰ علیہ الصلاۃ والسلام کی تصدیق کرو؛ کیوں کہ یہ اللہ کے نبی ہیں۔

(5) جب حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے مُردوں کو زندہ کیا تو بعض لوگوں نے کہا: کوئی اور معجزہ دکھایئے، تو آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو اور جو جمع کر کے رکھتے ہو میں اس کی تمھیں خبر دیتا ہوں اور حضرت عیسیٰ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے دستِ مبارک پر یہ معجزہ بھی ظاہر ہوا کہ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام آدمی کو بتا دیتے تھے جو وہ کل کھا چکا اور جو آج کھائے گا اور جو اگلے وقت کے لیے تیار کر رکھا ہوتا۔ آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام بچوں کو بتاتے تھے کہ تمہارے گھر فلاں چیز تیار ہوئی ہے، تمہارے گھر والوں نے فلاں فلاں چیز کھائی ہے، فلاں چیز تمہارے لیے بچا کر رکھی ہے حتی کہ لوگوں نے اپنے بچوں کو آپ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَام کے پاس آنے سے روکا کہ تم اُن کے پاس نہ بیٹھو۔

بیانِ مذکور سے معلوم ہوا کہ معجزات کا انکار کوئی مسلمان نہیں کر سکتا اور قادیانی یا تو اس وجہ سے معجزات کے منکر ہیں کہ مسلمان نہیں یا اس وجہ سے کہ ان کے جھوٹے نبوّت کے دعوے دار سے معجزہ سرزد نہیں ہوا تو وہ معجزے کا ہی

انکار کر بیٹھے۔

چناں چہ حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی حنفی، متوفی:۱۳۹۱ھ لکھتے ہیں:

قادیانی صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا انکار کرتے ہیں وہ صرف اس لئے کہ ان کے مسیح موعود میں کوئی معجزہ نہیں۔ تو وہ کہتے ہیں کہ چونکہ اصلی مسیح میں کوئی معجزہ نہ تھا؛ اس لئے ان کے مثل مسیح میں کوئی معجزہ نہیں۔[108]

سولہویں غلطی:

کیا "وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ" سے مراد ارادہ قتل انبیا ہے؟

﴿وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ﴾[109]

ترجمہ: اور (یہود) پیغمبروں کو ناحق شہید کرتے۔ (کنز الایمان)

ترجمہ تفسیر صغیر: اور بلا وجہ نبیوں کو قتل کرنا چاہتے تھے۔

قارئین کرام! یہاں دیکھا جاسکتا ہے کہ اس نے کس طرح "يَقْتُلُوْنَ" کے معنی میں تحریف کی ہے کہ اس کا صحیح ترجمہ ہے: "وہ (یہود) قتل کرتے تھے"۔ اس نے تحریف معنوی کرتے ہوے ترجمہ کیا: "قتل کرنا چاہتے تھے"۔ اللہ فرمارہا ہے: وہ قتل کرتے تھے اور مرزا بشیر کے ترجمہ سے واضح ہے کہ وہ قتل نہ کرتے تھے بلکہ صرف قتل کرنا چاہتے تھے۔ معاذاللہ! اس کا کیا ہوا ترجمہ، قرآنِ پاک، احادیث طیّبہ اور تفاسیر معتبرہ کے بالکل خلاف ہے۔

یہود کی کتنی اور کونسی قسمیں ہیں

یہودی دو طرح کے ہیں: **ایک** وہ جو زمانۂ نبوّت سے پہلے تھے، انہوں نے

108... علم القرآن، ص:187، مطبوعہ: مکتبۃ المدینہ۔

109... سورۃ اٰل عمران:112.

انبیاے کرام علیہم السلام کو ناحق قتل کیا تھا۔ **دوسرے** وہ جو حضرت **محمد** ﷺ کے دورِ مبارک میں تھے، انہوں نے قتلِ حقیقی تو نہ کیا لیکن اپنے **آباو اَجداد** کے فعلِ قبیح پر راضی وخوش تھے اور انہیں حق بجانب سمجھتے تھے، لہٰذا ہر دو قسم کے یہود کی طرف قتل کی نسبت کرنا دُرست ہے لیکن یہود کی دونوں قسموں کی طرف نظر کرتے ہوئے مرزا قادیانی کا کیا ہوا ترجمہ: "قتل کرنا چاہتے تھے" باطل وبے اصل ہے۔

چناں چہ امام رازی علیہ الرّحمہ لکھتے ہیں:

أن هؤلاء المتأخرين وإن كان لم يصدر عنهم قتل الأنبياء عليهم السلام لكنهم كانوا راضين بذلك، فإن أسلافهم هم الذين قتلوا الأنبياء وهؤلاء المتأخرون كانوا راضين بفعل أسلافهم، فنسب ذلك الفعل إليهم من حيث كان ذلك الفعل القبيح فعلا لآبائهم وأسلافهم مع أنهم كانوا مصوبين لأسلافهم في تلك الأفعال. (110)

یعنی: متاَخّرین یہود سے اگرچہ قتلِ انبیاے کرام علیہم السّلام سرزد نہیں ہوا لیکن وہ اس فعلِ بد پر راضی وخوش تھے؛ کیوں کہ ان کے اَسلاف ہی نے اَنبیا کو قتل کیا اور یہ ان کے فعل سے راضی تھے، لہٰذا ان متاَخّرین یہود کی طرف فعلِ قتل کی نسبت کرنا اس طرح دُرست ہے کہ یہ فعلِ قبیح اُن کے آباو اَجداد کا فعل ہے اور یہ ان کے افعال کو درست اور صحیح سمجھتے ہیں۔

110۔۔ مفاتیح الغیب المعروف بالتفسیر الکبیر، ۸/ ۳۳۰۔

سورۃ النّساء

سترہویں غلطی:

کیا قصر نماز سے مراد جلدی جلدی نماز پڑھنا ہے؟

مرزا بشیر قادیانی آیت قصر کی من مانی باطل تفسیر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

اس آیت میں مفسّرین نے یہ غلطی کھائی ہے کہ اس جگہ سفر میں دو رکعتیں پڑھنے کا حکم ہے لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے کہ پہلے ہی دو فرض مقرر تھے، اس کے بعد سفر میں دو رہنے دیے گئے اور حضر میں چار کر دیے گئے۔ (بخاری)، پس اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ سے یہ مراد نہیں ہو سکتی کہ سفر میں دو پڑھی جائیں؛ کیونکہ پہلے حضر میں بھی دو ہی پڑھی جاتی تھیں۔ پس یہاں **قصر سے مراد جلدی جلدی نماز پڑھ لینا** ہے یعنی رکعتوں کا کم کرنا مراد نہیں بلکہ وقت کا کم کرنا مراد ہے چونکہ نماز کو سنوار کر ادا کرنے کا حکم ہے؛ اس لیے اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ دشمن تم پر حملہ کر دے گا تو بیشک جلدی جلدی نماز پڑھ لیا کرو۔ جلدی پڑھنے سے تمہاری نماز ضائع نہیں ہوگی، پس یہ حکم دو رکعت کے متعلق نہیں۔ اگر دو رکعت اس کے معنی کیے جائیں تو پھر یہ آیت بے معنی ہو جاتی ہے۔ (111)

قصر سے مراد تعدادِ رکعات میں کمی کرنا ہے

تفسیر مذکور قرآن وحدیث کے بالکل مخالف ومناقض ہے؛ کیونکہ قصر سے مراد یہ ہے کہ چار رکعت والی فرض نماز حالتِ سَفَر میں دو رکعت پڑھی جائے۔

چناں چہ اللہ تعالی نے حکمِ قصر بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا:

111... تفسیر صغیر، صفحہ:126.

﴿وَ اِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ﴾ (112)

ترجمہ: اور جب تم زمین میں سفر کرو تو تم پر گناہ نہیں کہ بعض نمازیں قصر سے پڑھو۔ (کنزالایمان)

اس آیت میں سفر کی حالت میں ظہر، عصر اور عشا میں چار فرضوں کی بجائے دو پڑھنے کا بیان ہے بلکہ واجب ہے کہ یہی مراد لیا جائے۔ قصر سے جلدی جلدی نماز پڑھنا مراد نہیں لے سکتے۔ ہمارے پاس اس کے کئی دلائل موجود ہیں۔

چند دلائل ملاحظہ ہوں:۔

پہلی دلیل:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا، قَالَتْ: «فُرِضَتِ الصَّلاَةُ رَكْعَتَيْنِ، ثُمَّ هَاجَرَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَفُرِضَتْ أَرْبَعًا، وَتُرِكَتْ صَلاَةُ السَّفَرِ عَلَى الأُولَى». (113)

یعنی: حضرت سیّدتنا عائشہ رضی اللہ تعالی عنہا سے روایت ہے، فرماتی ہیں: نماز دو رکعت فرض ہوئی، پھر نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی تو چار رکعتیں فرض ہو گئیں اور نمازِ سفر کو پہلی حالت پر دو ہی رہنے دیا گیا۔

دوسری دلیل:

حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى، وَسَعِيدُ بْنُ مَنْصُورٍ، وَأَبُو الرَّبِيعِ،

112... سورۃ النساء: 101.

113... صحيح البخاري، باب التاريخ، كتاب المناقب، الحديث: 3935.

وَقُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيدٍ، قَالَ يَحْيَى: أَخْبَرَنَا، وَقَالَ الْآخَرُونَ: حَدَّثَنَا أَبُو عَوَانَةَ، عَنْ بُكَيْرِ بْنِ الْأَخْنَسِ، عَنْ مُجَاهِدٍ، عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ، قَالَ: «فَرَضَ اللهُ الصَّلَاةَ عَلَى لِسَانِ نَبِيِّكُمْ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْحَضَرِ أَرْبَعًا، وَفِي السَّفَرِ رَكْعَتَيْنِ، وَفِي الْخَوْفِ رَكْعَةً.(114)

یعنی: حضرت سیّدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، حضور نبی رحمت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی کی زبان پر حضر میں نماز کی چار رکعتیں اور سفر میں دو رکعتیں فرض فرمائیں اور خوف کی حالت میں ایک رکعت لازم کی۔

تیسری دلیل:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي لَيْلَى، قَالَ: قَالَ عُمَرُ: صَلَاةُ الْجُمُعَةِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْفِطْرِ رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ الْأَضْحَى رَكْعَتَانِ، وَصَلَاةُ السَّفَرِ رَكْعَتَانِ.(115)

یعنی، حضرت سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اِرشاد فرمایا: نمازِ سفر، چاشت، عید الفطر اور جمعہ کی دو رکعتیں ہیں۔

درج بالا تینوں اَحادیثِ مبارکہ سے محدثینِ عظام اور فقہائے کرام نے یہ ثابت کیا کہ قصر چار رکعت فرض کی بجائے دو رکعت نماز ادا کرنا ہے۔ مرزا بشیر کم از کم بخاری و مسلم کی اَحادیث اور ان کی شروحات ہی دیکھ لیتا تو اس غلطی کا ارتکاب نہ کرتا۔

114... صحیح مسلم، کتاب صلاۃ المسافرین وقصرها، برقم ٦٨٧ /١ ٤٧٩

115... سنن نسائی، کتاب الجمعة، باب عدد صلاة الجمعة، برقم: ١٤١٦، ٣/ ١١٠

چوتھی دلیل:

عَنْ يَعْلَى بْنِ أُمَيَّةَ، قَالَ: قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ: {لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ، إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا} فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ، فَقَالَ: عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتُ مِنْهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ «صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللهُ بِهَا عَلَيْكُمْ، فَاقْبَلُوا صَدَقَتَه»(116)

یعنی: حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا: ہم تو امن میں ہیں (پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟) آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے دریافت کیا۔ اس پر حضور پر نور صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیے یہ اللہ عزّ و جلّ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔

اور حدیثِ مذکور اس بات پر واضح دلیل ہے کہ آیت میں قصرِ مذکور سے تعدادِ رکعات کا کم کرنا ہی مراد ہے؛ کیونکہ حضرت سیّدنا یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالی عنہ اس سے یہی معنی سمجھے اور پھر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے اس کے بارے میں پوچھ لیا ورنہ اہلِ لسان ہونے کے باوجود ان سے اس طرح پوچھنا کیونکر متصوَّر ہو سکتا ہے۔

پانچویں دلیل:

قصر کا اصطلاحی معنی ہے: کسی چیز کے کچھ حصے کو ادا کرنا اور اس پر اقتصار کرنا اور آیتِ قصر میں تعدادِ رکعات میں کمی مراد لینے سے ہی یہ معنی حاصل

116... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرون، وقصرھا، ص: ٣٤٧، الحدیث: ٦٨٦.

ہوتے ہیں اور اگر یہاں قصر سے مراد جلدی جلدی نماز پڑھنا مراد لیا جائے تو یہ قصر واقتصار نہیں بلکہ یہ تو مکمل چیز کا ادا کرنا ہے بلکہ ساتھ ایک زائد معنی ہے کہ جلدی جلدی ادا کرنا۔

چھٹی دلیل:

"اَنۡ تَقۡصُرُوۡا مِنَ الصَّلٰوۃِ" میں "مِن" تبعیضیہ ہے اور یہ بعض نماز پر جوازِ اقتصار کو لازم کرتا ہے۔

ساتویں دلیل:

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے عُرف و عادت میں لفظِ قصر بالخصوص بابِ نماز میں تعدادِ رکعات کے کم ہونے پر بولا جاتا تھا، چناں چہ جب حضور نبیِّ رحمت معلّم کائنات ﷺ نے نمازِ ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں تو حضرت ذو الیدین رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: أَقُصِرَتِ الصَّلَاةُ، أَمْ نَسِيتَ؟ یا رسول اللہ ﷺ! کیا رکعاتِ نماز میں کمی ہو گئی یا (تعلیمِ امت کے لیے) آپ جناب کو سہو لاحق ہو گیا؟...اِلخ۔[117]

آٹھویں دلیل:

قصر بمعنی تغیّرِ نماز یعنی قصر کا نماز کی کیفیّت میں تبدیلی والا معنی اِس آیت سے اگلی آیت میں مراد ہے؛ کیوں کہ اگلی آیت میں جماعتِ نمازِ خوف کا طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ اگر اِس آیت میں بھی کیفیّتِ نماز میں تغیّر و تبدّل والا معنی مراد لے کر یہ کہا جائے گا کہ جلدی جلدی نماز پڑھنا مراد ہے تو تکرار لازم آئے گی کہ

117... صحيح البخاري، كتاب الجمعة، باب من لم يتشهد في سجدتي السهو، الحديث: 1228.

تکرار کہتے ہیں: ذكر الشيء ثانياً یعنی: ایک چیز کو دوبارہ ذکر کرنا۔اِس تکرار سے بچنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلی آیت میں قصر سے تعدادِ رکعات میں کمی والا معنی مراد لیا جائے اور دوسری رکعت میں کیفیّتِ نماز میں تبدیلی والا معنی مراد لیا جائے کہ ضابطہ مُسلّمہ ہے:

التأسيسُ أولى مِن التّاكيد۔

یعنی: تاسیس، تاکید سے اَولیٰ ہے۔

چناں چہ امام فخر الدین رازی، متوفی:606ھ قلم طراز ہیں:

واعلم أن حمل لفظ القصر على إسقاط بعض الركعات أولى، ويدل عليه وجوه: الأول: ما روى عن يعلى بن أمية أنه قال: قلت لعمر بن الخطاب رضي الله عنه، كيف نقصر وقد أمنا، وقد قال الله تعالى: فليس عليكم جناح أن تقصروا من الصلاة إن خفتم فقال: عجبت مما عجبت منه، فسألت النبي صلى الله عليه وسلم فقال: «صدقة تصدق الله بها عليكم فاقبلوا صدقته» وهذا يدل على أن القصر المذكور في الآية هو القصر في عدد الركعات، وأن ذلك كان مفهوما عندهم من معنى الآية. الثاني: أن القصر عبارة عن أن يؤتى ببعض الشيء، ويقتصر عليه، فأما أن يؤتى بشيء آخر، فذلك لا يسمى قصرا، ولا اقتصارا. الثالث: أن (من) في قوله من الصلاة للتبعيض، وذلك يوجب جواز الاقتصار على بعض الصلاة، الرابع: أن لفظ القصر كان مخصوصا في عرفهم بنقص عدد الركعات، ولهذا المعنى لما صلى النبي صلى الله عليه وسلم الظهر ركعتين، قال ذو اليدين: أقصرت الصلاة أم نسيت؟ الخامس: أن القصر بمعنى تغير الصلاة مذكور في الآية التي بعد هذه الآية، فوجب أن يكون المراد

من هذه الآية بيان القصر بمعنى حذف الركعات، لئلا يلزم التكرار۔[118]

یعنی: جان لیجیے کہ لفظِ قصر کا تعدادِ رکعات میں کمی والا معنی بیان کرنا لازم و ضروری ہے۔ اس پر چند دلائل ملاحظہ ہوں: دلیلِ اوّل یہ ہے کہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رضی اللہ تعالی عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ تعالی عنہ سے کہا: ہم تو امن میں ہیں (پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟) آپ رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا، اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے نبی کریم صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا۔ اس پر حضور پر نور صَلَّی اللہُ تَعَالٰی عَلَیۡہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ قبول کرو۔ یہ حدیث اس بات پر رہنمائی کرتی ہے کہ آیتِ مذکورہ میں لفظِ قصر، تعدادِ رکعات میں کمی کرنے کے معنی میں ہی ہے اور مُفسرین کرام کے ہاں اس کا یہی معنی و مفہوم ہے۔ دلیل ثانی یہ ہے کہ قصر کہتے ہیں: شے کے بعض حصّے کو لانا اور اس پر اقتصار کرنا جبکہ دوسری شے کو لانا، قصر ہے نہ اقتصار۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ "مِنَ الصَّلٰوۃِ" میں "مِنَ" تبعیضیہ ہے اور یہ بعض نماز پر قصر کے جواز کو لازم کرتا ہے۔ دلیل چہارم یہ ہے کہ لفظِ قصر عُرفِ صحابہ میں تعدادِ رکعات کی کمی کے معنی میں ہی بولا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضور نبیِّ رحمت معلّم کائنات صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ نے نمازِ ظہر کی دو رکعتیں پڑھائیں تو حضرت ذوالیدین رضی اللہ تعالی عنہ نے عرض کیا: أَقَصُرَتِ الصَّلاَةُ، أَمْ نَسِيتَ؟ یا رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ! کیا رکعاتِ نماز میں کمی ہو گئی یا (تعلیم امّت کے لیے) آپ عالی جناب کو سہو لاحق ہو گیا؟ پانچویں دلیل یہ ہے کہ قصر بمعنی تغیرِ نماز اِس آیت سے اگلی آیت میں مراد ہے، لہذا اس آیت

118...مفاتیح الغیب المعروف: بالتفسیر الکبیر، تحت الآیۃ المذکورۃ

میں قصر سے تعدادِ رکعات میں کمی والا معنیٰ ہی مراد لیا جائے تاکہ تکرار لازم نہ آئے۔

اٹھارویں غلطی:

خوفِ کفّار قصر نماز کے لیے شرط نہیں ہے

آیتِ مذکورہ کی تفسیر میں مرزا بشیر الدّین قادیانی لکھتا ہے:

"اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ اگر تم اس بات سے ڈرتے ہو کہ دشمن تم پر حملہ کر دے گا تو بیشک جلدی جلدی نماز پڑھ لیا کرو۔"(119)

حالاں کہ کافروں کا خوف، قصر کے لیے شرط نہیں ہے بل کہ اَمن کے سفر میں بھی حکم قصر ہے۔

چناں چہ حضرت یعلیٰ بن امیہ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے حضرت عمر رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ سے کہا:

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَقْصُرُوا مِنَ الصَّلَاةِ، إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا} فَقَدْ أَمِنَ النَّاسُ، فَقَالَ: عَجِبْتُ مِمَّا عَجِبْتَ مِنْهُ، فَسَأَلْتُ رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ ذَلِكَ، فَقَالَ «صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللهُ بِهَا عَلَيْكُمْ، فَاقْبَلُوا صَدَقَتَهُ».(120)

یعنی، ہم تو امن میں ہیں (پھر ہم کیوں قصر کرتے ہیں؟) آپ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ نے فرمایا، اس کا مجھے بھی تعجب ہوا تھا تو میں نے نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ سے دریافت کیا۔ اس پر حضور پر نور صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَاٰلہٖ وَسَلَّمَ نے ارشاد فرمایا کہ تمہارے لئے یہ اللہ عَزَّوَجَلَّ کی طرف سے صدقہ ہے تم اس کا صدقہ

119... تفسیر صغیر، صفحہ:126.

120... مسلم، کتاب صلاۃ المسافرون، وقصرھا، ص: ٣٤٧، الحدیث: ٦٨٦.

قبول کرو۔

درج بالا حدیث پاک سے معلوم و مفہوم ہوا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم امن کے سفروں میں بھی قصر نماز پڑھا کرتے تھے، لہذا ثابت ہوا کہ حالتِ خوف میں قصر کا ثبوت کتاب اللہ سے ہے اور حالتِ امن میں ثبوتِ قصر، سنّتِ رسول اللہ سے ہے۔

چناں چہ عمدۃ الفقہا امام المحدّثین امام بدر الدّین عینی حنفی متوفی ۸۵۵ھ لکھتے ہیں:

والقصر ثابت بنصّ الكتاب في حال الخوف خاصة. وهو قوله: [إن خفتم أن يفتنكم الذين كفروا] وأما في حال الأمن فبالسنة۔[121]

یعنی، خاص حالتِ خوف میں ثبوتِ قصر نصِ کتاب اللہ: (**إِنْ خِفْتُمْ أَنْ يَفْتِنَكُمُ الَّذِينَ كَفَرُوا**) سے ہے اور حالتِ امن میں قصر، سنّتِ رسول اللہ سے ثابت ہے۔

آیتِ قصر میں ذکرِ خوف کی حکمت

جب حالتِ خوف و امن دونوں میں حکمِ قصر ہے تو آیتِ مذکورہ میں اندیشہ و خوف کا تذکرہ کرنے کی کیا حکمت ہے؟

اس میں ذکرِ خوف، شرطِ قصر نہیں بلکہ بیانِ حال ہے یوں کہ آیتِ مذکورہ نبی کریم ﷺ کے عام سفروں کے متعلق نازل ہوئی اور اُس وقت سفر اندیشہ وخوفِ دشمن سے خالی نہ ہوتے تھے؛ اس لیے زیادہ تر سفروں کا اعتبار کرتے

121... عمدة القاري شرح صحيح البخاري، 6/ 254

ہوئے آیت میں اس کا ذکر ہوا ہے ورنہ در حقیقت قصر کے لیے خوف اور اندیشہ کا ہونا کوئی شرط نہیں ہے۔

أقول و باللہ التوفیق: آیتِ مذکورہ میں قیدِ خوف اِحترازی نہیں، اِتّفاقی ہے۔

چناں چہ امام رازی رقم طراز ہیں:

إن الآية نزلت في غالب أسفار النبي صلى الله عليه وسلم، وأكثرها لم يخل عن خوف العدو، فذكر الله هذا الشرط من حيث إنه هو الأغلب في الوقوع.(122)

یعنی، آیتِ مذکورہ نبی کریم ﷺ کے عام سفروں کے متعلق نازل ہوئی اور آپ ﷺ کے اکثر سفر خوفِ دشمن سے خالی نہ ہوتے تھے؛ اس لیے اللہ تعالی نے زیادہ تر سفروں کا اعتبار کرتے ہوئے آیت میں اس کا ذکر فرمایا۔

انیسویں غلطی:

حضرتِ عیسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام پر موت طاری نہیں ہوئی

چناں چہ اللہ جلّ شانہٗ ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ﴾(123)

ترجمہ: انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی۔ (کنز الایمان)

ترجمہ مرزا بشیر قادیانی: حالاں کہ نہ انہوں نے اسے قتل کیا اور نہ انہوں نے اسے صلیب پر لٹکا کر مارا۔

122... مفاتيح الغيب المعروف بالتفسير الكبير، تحت الآية المذكورة.

123... النّساء: 157.

تفسیر مرزا بشیر قادیانی: مطلب یہ کہ کسی کو صلیب پر لٹکانے کے بعد اس کے بے ہوش ہو جانے کی وجہ سے بعض لوگوں نے خیال کیا کہ وہ صلیب پر مر گئے ہیں۔ عربی میں صلب کا لفظ صلیب پر چڑھانے اور ہڈیاں توڑنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے اور چونکہ مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں؛ اس لیے وَ مَا صَلَبُوْهُ کہا گیا ہے۔[124]

قارئین کرام! دیکھا آپ نے کہ کس طرح صلیب کی غلط تفسیر کی جس سے یہ لازم آرہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دی گئی اور اس سے بے ہوش ہو گئے بایں معنی مصلوب نہیں کیا گیا حالاں کہ کسی بھی مفسّر نے یہ معنی نہیں کیے بلکہ اسلامی و قرآنی عقیدہ یہ ہے کہ حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر نہیں لٹکایا گیا، انہیں زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا بلکہ ان کے کسی ہم شکل کو سولی دی گئی، جیسا کہ اس پر وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ شاہد ہے۔

حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ الصّلاۃ والسّلام کے تفصیلی اَحوال

یہی وجہ ہے کہ مرزا قادیانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا قائل ہے۔ جیسا کہ اس نے سورۃ المائدہ، آیت:75 کے تحت واضح الفاظ میں لکھا: "یہ آیت وفات مسیح پر دلالت کرتی ہے" حالاں کہ مسلمانوں کا عقیدۂ اجماعیہ ہے کہ حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام ظاہری حیات سے متّصف ہیں کہ ابھی تک آپ پر موت طاری نہیں ہوئی اور آپ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف زندہ اٹھا لیا گیا ہے اور قربِ قیامت آپ زمین پر تشریف لائیں گے اور سات سال زمین میں رہیں گے۔ چالیس سال عمر پوری فرما کر وفات پائیں گے اور نبی کریم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مزار پاک ہی میں

124... تفسیر صغیر، ص: 135.

دفن ہوں گے۔ یہ بات قرآن وحدیث اور اَقوالِ عُلما سے ثابت ہے۔

چناں چہ حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق قرآن کریم میں ایسا واضح حکم موجود ہے، جس میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں ہے، ارشادِ ربانی ہے:

﴿وَّ بِكُفْرِهِمْ وَ قَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا(۱۵۶)وَّ قَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَ اِنَّ الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَ مَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا(۱۵۷) بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا﴾[125]

ترجمہ: اور اس لیے کہ انہوں نے کفر کیا اور مریم پر بڑا بہتان اٹھایا (باندھا) اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے مسیح عیسیٰ بن مریم اللہ کے رسول کو شہید کیا **اور ہے یہ کہ** انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ اُن کے لئے اِس کی شبیہ کا ایک بنادیا گیا اور وہ جو اس کے بارے میں اِختلاف کر رہے ہیں، ضرور اس کی طرف سے شبہہ میں پڑے ہوئے ہیں، **انھیں اس کی کچھ بھی خبر نہیں مگر یہی گمان کی پیروی اور بے شک انہوں نے اس کو قتل نہ کیا بل کہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا** اور اللہ غالب حکمت والا ہے (کنز الایمان)

مذکورہ آیت کے تحت امام ابو حیان محمد بن یوسف اندلسی متوفیٰ ۷۴۵ھ لکھتے ہیں:

”بَلْ رَفَعَهُ اللّٰهُ إِلَيْهِ هَذَا إِبْطَالٌ لِمَا ادَّعَوْهُ مِنْ قَتْلِهِ وَصَلْبِهِ، وَهُوَ حَيٌّ فِي السَّمَاءِ الثَّانِيَةِ عَلَى مَا صَحَّ عَنِ الرَّسُولِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ

125... سورۃ النساء: 158.

وَسَلَّمَ فِي حَدِيثِ الْمِعْرَاجِ.وَهُوَ هُنَالِكَ مُقِيمٌ حَتَّى يُنْزِلَهُ اللهُ إِلَى الْأَرْضِ لِقَتْلِ الدَّجَّالِ، وَلِيَمْلَأَهَا عَدْلًا كَمَا مُلِئَتْ جَوْرًا، وَيَحْيَا فِيهَا أَرْبَعِينَ سَنَةً ثُمَّ يَمُوتُ كَمَا تَمُوتُ الْبَشَرُ-(126)

یعنی: "بل کہ اللہ تعالی نے عیسی علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف بلند کیا" اس میں ان لوگوں کے دعوے کو باطل کرنا ہے جنہوں نے کہا کہ آپ کو قتل کیا گیا یا آپ کو سولی دی گئی، **جب کہ آپ علیہ السلام دوسرے آسمان پر زندہ ہیں**، نبی پاک ﷺ سے منقول حدیثِ معراج سے یہ بات صحیح ہے(آسمانوں پر جانا)اور عیسی علیہ السلام وہی مقیم ہیں یہاں تک کہ اللہ تعالی(قربِ قیامت میں) آپ کو زمین کی طرف دجّال کو قتل کرنے کے لیے بھیجے گا اور آپ زمین کو عدل سے بھر دیں گے جیسے اس کو ظلم سے بھر دیا گیا اور چالیس سال عمر پوری کریں گے ،پھر آپ انتقال فرمائیں گے، جیسے عام انسان وفات پاتے ہیں۔

اسی طرح اس آیت کے تحت امام علاؤالدین علی بن محمد ابراہیم بغدادی حنفی متوفی: ۷۴۵ھ لکھتے ہیں:

"يقيناً والمعنى أنهم لم يقتلوا عيسى ولم يصلبوه ولكن الله عز وجل رفعه إليه وطهره من الذين كفروا وخلصه ممن أراده بسوء۔(127)

یعنی: یقیناً آیتِ مذکورہ کا معنی یہی ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو نہ کسی نے قتل کیا اور نہ ہی آپ کو

126... البحر المحیط،سورۃالنساء،۳/ ۳۹۱

127... تفسیر خازن،سورۃالنساء،۱/ ۴۴۵،مطبوعۃ:دارالکتب العلمیۃ، بیروت.

سولی دی گئی لیکن اللہ عزّوجلّ نے آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا یوں اللہ تعالی نے آپ کو کفّار کے شرّ سے پاک فرما کر اُن سے چھٹکارا دیا جنہوں نے آپ کے متعلق بُرا ارادہ کیا تھا۔

اور امام ابو البرکات عبد اللہ بن احمد نَسَفی حنفی، متوفیٰ: ۷۱۰ھ لکھتے ہیں:

"فاجتمعت اليهود على قتله فأخبره الله بأنه يرفعه إلى السماء ويطهره من صحبة اليهود فقال لأصحابه أيكم يرضى أن يلقى عليه شبهي فيقتل ويصلب ويدخل الجنة فقال رجل منهم أنا فألقى الله عليه شبهه فقتل وصلب وقيل كان رجل ينافق عيسى فلما أرادوا قتله قال أنا أدلكم عليه فدخل بيت عيسى ورفع عيسى وألقى الله شبهه على المنافق فدخلوا عليه فقتلوه"(128)

یعنی، یہودی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر جمع ہوگئے تھے تو اللہ تعالی نے آپ کو خبر دی کہ **وہ آپ کو آسمانوں کی طرف اٹھائے گا** اور یہودیوں کی صحبت سے آپ کو پاک وصاف فرمادے گا، تو عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے اصحاب سے فرمایا: تم میں سے کون ہے جو اس بات کو پسند کرتا ہو کہ میری صورت اس پر ڈال دی جائے پھر اس کو قتل کر دیا جائے اور سولی دی جائے تو وہ شخص جنت میں داخل ہو گا، ایک مرد نے کہا: حضور! میں، **تو اللہ تعالی نے آپ علیہ السلام کی صورت اس پر ڈال دی پس اس شخص کو قتل کر دیا گیا اور اس کو سولی دی گئی** ایک قول یہ بھی ہے کہ ایک شخص جو عیسیٰ علیہ السلام کے ساتھ نفاق کیا کرتا تھا تو جب یہودیوں نے آپ علیہ السّلام کے قتل کا ارادہ کیا تو اس منافق نے کہا: میں تمہاری اس پر

128... تفسير النسفي، سورة النساء، ١/ ٢٦٢.

رہنمائی کرتا ہوں تو وہ عیسیٰ علیہ السلام کے گھر میں داخل ہوا تو **اللہ تعالیٰ نے آپ علیہ السلام کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا** اور آپ کی صورت اس منافق پر ڈال دی پھر یہودی اس گھر میں داخل ہوئے اور اس منافق کو قتل کر دیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کے قربِ قیامت میں نزول کی خبر دی۔

چناں چہ امام محمد بن اسماعیل بخاری متوفی ۲۵۶ھ اپنی سند سے حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں: "عن ابن المسيب أنه سمع أبا هريرة رضي الله تعالى عنه يقول قال رسولُ الله صلى اللهُ عليه وسلّم والذي نفسي بيده ليوشكن أن ينزل فيكم ابن مريم حكما مقسطا فيكسر الصليب ويقتل الخنزير ويضع الجزية ويفيض المالُ حتى لا يقبله أحد"۔[129]

یعنی، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے عیسیٰ بن مریم ضرور تم میں عدل و انصاف کرتے ہوئے اتریں گے اور صلیب کو توڑیں گے، خنزیر کو قتل کریں گے، جزیہ مقرر فرمائیں گے، مال اتنا کثیر ہو گا کہ اس کو لینے والا کوئی نہیں ہو گا۔

مذکورہ حدیثِ پاک میں لفظ "فيكسر الصليبَ" کے تحت امام بدر الدین محمود بن احمد عینی حنفی متوفیٰ ۸۵۵ھ لکھتے ہیں: أن المراد من كسر الصليب إظهارُ كذب النصارى حيث ادعوا أن اليهود صلبوا عيسى،

129... صحيح البخاري، كتاب أحاديث الأنبياء، باب: نزول عيسى ابن مريم، ۲/ ۴۰۲.

عليه الصلاة والسلام، على خشب، فأخبر الله تعالى في كتابه العزيز بكذبهم وافترائهم، فقال: ''وما قتلوه وما صلبوه ولكن شبه لهم''. وذلك أنهم لما نصبوا له خشبة ليصلبوا عليها، ألقى الله تعالى شبه عيسى على الذي دل عليه، واسمه: يهوذا، وصلبوه مكانه، وهم يظنّون أنه عيسى، ورفع الله عيسى إلى السّماء.[130]

یعنی: صلیب کو توڑنے سے مراد نصاریٰ کے جھوٹ کو ظاہر کرنا ہے جو انہوں نے دعویٰ کیا کہ انہوں نے حضرتِ عیسیٰ علیہ السلام کو لکڑی پر سولی دی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کے اس جھوٹ اور افتراء کی خبر اپنی کتابِ عزیز میں ان الفاظ کے ساتھ دی ''کہ انہوں نے نہ اسے قتل کیا اور نہ اسے سولی دی بلکہ اُن کے لئے اِس کی شبیہ کا ایک بنادیا گیا'' اور یہ اس لیے ہوا جب انہوں نے آپ علیہ السلام کے لیے لکڑی کو نصب کیا کہ آپ کو سولی دیں تو اللہ تعالیٰ نے آپ کی صورت اس شخص پر ڈال دی جس نے آپ کے قتل کی یہودیوں کو رہنمائی کی تھی اور اس کا نام ''یھوذا'' تھا یہودیوں نے عیسیٰ علیہ السلام کی جگہ اس کو سولی دے دی اور یہ گمان کیا کہ یہ عیسیٰ علیہ السلام ہیں (یہودیوں کی پیروی کرتے ہوئے مرزائیوں کو بھی یہاں ہی سے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام کا گمان ہوا ہے) جب کہ **عیسیٰ علیہ السلام کو تو اللہ تعالیٰ نے زندہ آسمانوں کی طرف اٹھالیا تھا۔**

اور آپ علیہ الرحمہ ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: ''القول الصحيح بأنه رفع وهو حي''۔[131]

130۔۔ عُمدۃ القاری، کتاب البیوع، باب قتل الخنزیر، ۸/ ۵۴۲۔

131۔۔ عُمدۃ القاری، کتاب الأحادیث الأنبیاء، باب ذکر إدریس، ۱۱/ ۳۰۔

یعنی، قولِ صحیح یہ ہے کہ حضرت سیّدنا عیسی علیہ السلام کو آسمان کی طرف زندہ ہی اٹھالیا گیا تھا۔

اور امام ابو جعفر محمد بن جریر طبری حنفی متوفی: ۳۱۰ھ اپنی سند سے حضرت حسن رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں: "قال الحسن: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم للیهود: "إن عیسی لم یمُت، وإنه راجع إلیکم قبل یوم القیامة" (132)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود سے فرمایا: بے شک عیسیٰ علیہ السلام کو وفات نہیں آئی اور وہ قیامت سے پہلے تمہاری طرف لوٹنے والے ہیں۔

دیکھیے! قرآن وحدیث کی واضح نصوص سے ثابت ہوا کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ابھی تک وفات نہیں آئی اور وہ آسمانوں پر زندہ ہیں خیال رہے! اس عقیدے کا تعلق ضروریاتِ دین سے ہیں کہ واضح ارشادِ ربانی ہے: "وَ مَا قَتَلُوْهُ وَ مَا صَلَبُوْهُ وَ لٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ" تو گویا جس نے عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کا دعویٰ کیا، اس نے اس آیت کا انکار کیا اور قرآن کی کسی آیت کا انکار کرنا کفر ہے۔

چناں چہ علامہ زین الدین بن ابراہیم بن محمد المعروف ابن نجیم مصری حنفی متوفی ۹۷۰ھ لکھتے ہیں: ویکفُر إذَا أنکرَ آیةً مِن القُرآنِ. (133)

یعنی: جس نے قرآن کریم کی ایک آیت کا بھی انکار کیا اس نے کفر کیا۔

آیتِ قرآنیہ کو لے کر حیاتِ عیسیٰ پر اعتراض مع جواب

اعتراض: فرمانِ باری تعالیٰ ہے: اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰۤى اِنِّيْ مُتَوَفِّيْكَ وَ

132... تفسیر طبری، سورۃ آل عمران، ۳/ ۳۵۵، رقم: ۵۶۲۰.

133... البحر الرائق شرح کنز الدقائق، کتاب السیر، باب أحکام المرتد، ۵/ ۲۰۵.

رَافِعُكَ اِلَيَّ

ترجمہ: اور یاد کرو جب اللہ تعالی نے فرمایا: اے عیسیٰ میں تجھے وفات دینے والا ہوں اور تجھے اپنی طرف بلند کرنے والا ہوں۔

اس آیت سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ثابت ہو رہی ہے۔

جواب: یہ اِعتراض باطلِ محض ہے کما سیأتی اور اگر تسلیم کر بھی لیا جائے کہ یہ آیت وفاتِ عیسی علیہ السلام پر دلیل ہے تو اُن آیاتِ مبارکہ واَحادیثِ صحیحہ ومعتمدہ کا کیا جواب ہو گا، جو حیاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر دلالت کرتی ہیں؟ کیا قرآن کی ایک آیت دوسری آیت یا ایک حدیثِ صحیح دوسری حدیث کے معارض ہے؟ کیا نُصوص میں باہم حقیقی تعارض ہو سکتا ہے؟ کہ ایک مقام پر خدا فرمائے:" یہودیوں نے نہ قتل کیا، نہ سولی دی بل کہ خدا نے ان کو آسمانوں کی طرف اٹھالیا " اور دوسرے مقام پر فرمائے کہ خدا نے ان کو وفات دی اور رسول اللہ ﷺ فرمائیں ":ان کو موت نہیں آئی اور قربِ قیامت وہ تمہاری جانب تشریف لائیں گے۔"

دوسری بات یہ کہ کسی بھی مفسّر نے اس آیت پاک سے وفاتِ عیسیٰ علیہ السلام پر دلیل نہیں پکڑی؛ کیوں کہ ساری اُمّت کا اس پر اجماع ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام آسمانوں پر زندہ ہیں سوائے یہودیوں کے اور خدا نے ان کا رڈ کرتے ہوئے فرمایا: "یہ اس بارے میں شک میں ہے، **یقینی طور پر انہوں نے حضرت سیّدنا عیسیٰ علیہ السلام کو قتل نہیں کیا۔"**

لہذا معلوم ہوا کہ آیتِ پاک میں لفظ " مُتوَفِّي " کا معنیٰ وفات دینا نہیں ہے ورنہ دیگر آیاتِ مبارکہ کا باطل ہونا لازم آئے گا اور یہ محض باطل ہے، جو باطل کو

مستلزم ہے وہ باطل ہے، لہذا آیتِ مذکورہ میں لفظِ متوفّی کا معنی وفات دینا، مراد لینا بھی باطل ہے۔

اور قرآنِ کریم ہی میں لفظِ "مُتوَفِّي" تین معنوں میں استعمال ہوا ہے:

(۱) پورا کرنا/ دینا، (۲) نیند، (۳) موت۔

"وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰۤی ﴿﴾ وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ ﴿﴾ وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا..."۔

پہلی آیت میں "پورا کرنے" کے معنی میں ہے۔ دوسری آیت میں وفّی "نیند" کے معنی میں ہے اور تیسری آیت میں "موت" کے معنی میں ہے، لہذا جیسا قرینہ ہوگا، ویسا ہی معنی مراد لیا جائے گا۔

لہذا مذکورہ آیت میں بھی متوفّی کے معنی موت کے کرنے میں جو خرابیاں ہیں، وہ ہم بیان کر چکے ہیں، لہذا یہاں وفّی "پورا کرنے" کے معنی میں ہے، یعنی: اے عیسیٰ! میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا۔ دلیل کے طور پر مفسرین کے حوالے ذیل میں موجود ہیں:

چناں چہ امام رازی علیہ الرّحمہ کی تفسیر کبیر میں ہے:

"انّي متوفّيك" متمّم عمرَك، فحينئذٍ أتوفّاك، فلا أتركُهم حتى يقتلُوكَ.[134]

یعنی: اے عیسیٰ! میں تیری عمر پوری کروں گا، پھر تجھے وفات دوں گا، میں تجھے اس طرح لوگوں میں نہیں چھوڑوں گا کہ وہ تجھے قتل کرے۔

تفسیر روح المعانی میں ہے:

134... تفسیر کبیر، سورۃ آل عمران، ۳/ ۲۳۷.

أنّ المراد إني مستوفي أجلك و مميتك حتفَ أنفه لا أُسلطُ عليك من يقتُلكَ.(135)

یعنی: آیت کا معنی یہ ہے کہ میں تمہیں پوری عمر دوں گا اور تجھے طبعی موت دوں گا۔ تجھے ان لوگوں کے سپرد نہیں کروں گا، جو تجھے قتل کر سکیں۔

تفسیر ابو سعود اور تفسیر بیضاوی میں ہے:

مستوفي أجلك و مؤخرك إلى أجلك المسمىٰ عاصماً لك من قتلهم.(136)

یعنی: تیری مدت تک پہنچانے والا ہوں اور تجھے یہودیوں کے قتل سے بچا کر بیان کردہ مدت تک تیری موت کو مؤخر کرنے والا ہوں۔

اور امام احمد رضا خان حنفی، متوفی: ۱۳۴۰ھ نے بھی اپنے ترجمۂ قرآن بنام: کنز الایمان میں اس آیت کا ترجمہ ان تمام مفسرین کی پیروی کرتے ہوئے اس طرح کیا ہے: "یاد کرو جب اللہ نے فرمایا اے عیسیٰ میں تجھے پوری عمر تک پہنچاؤں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھالوں گا۔ و للہ الحمد، و تمت بالخیر.

حصۂ ہذا میں سورۃ النساء تک کا ردّ ہے۔ اس کے بعد سلسلۂ ردّ جاری ہے۔ اللہ تعالیٰ مکمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

135۔۔ تفسیر روح المعانی، سورۃ آل عمران، ۳/ ۲۳۷.

136۔۔ تفسیر ابو سعود، سورۃ آلِ عمران، ۲/ ۶۷.

ماخذ ومراجع

(1)القرآن.

(2)کنز الإیمان فی ترجمة القرآن.

(3)الفضل قادیان للمفتی محمد صادق،طبع:جناب نگر ،۱۲اکتوبر 1935م.

(4)پیغام صلح،طبع: لاهور، جون ۱۹۳٤م.

(5)تفسیرِ صغیر لمرزا بشیر الدین القادیانی،ناشر ادارة المصنفین ربوه، ضلع جهنگ.

(6)تفسیرِ کبیر، لمرزا بشیر الدین القادیانی.

(7)تفسیر الطبري جامع البیان عن تأویل آي القرآن للإمام أبی جعفر الطبری (ت: 310ه)، الناشر: دار هجر للطباعة والنشر والتوزیع والإعلان، الطبعة الأولى،ه۱٤۲۲ـ-۲۰۰۱م.

(8)مفاتیح الغیب التفسیر الکبیر لإمام المفسّرین إمام فخر الدین الرازی (ت: 606ه) ،الناشر: دار إحیاء التراث العربي –بیروت، الطبعة الثالثة - ۱٤۲۰ ه.

(9)معاني القرآن وإعرابه للإمام إبراهیم أبی إسحاق الزجاج(ت: 311ه)، الناشر: عالم الکتب بیروت،الطبعة الاولى: ۱٤۰۸ه - ۱۹۸۸ م.

(10)منار الآصول للإمام أبی البرکات النَسَفی الحنفی (ت: ۷۱۰ه)، الطبعة الثانیّة: ۱٤۲۷ه، کراتشی.

(11)المفردات في غریب القرآن للإمام راغب الأصفهانی ،متوفى: 502ه ، الناشر: دار القلم، الدار الشامیة – دمشق بیروت، الطبعة الأولى – ۱٤۱۲ ه.

(12)سُنن الترمذی للإمام أبی عیسیٰ محمد بن عیسیٰ الترمذی (ت: ٢٧٩هـ)، مطبوعة: دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ: ١٤٢١هـ-٢٠٠٠م.
(13)المصنّف لابن أبی شیبة للعلامة أبی بکر عبد الله بن محمد بن أبی شیبه عبسی الکوفی(ت: ٢٣٥هـ، مطبوعة:دار قرطبة، بیروت، ١٤٢٨ هـ-٢٠٠٧م.
(14)مسند الإمام أحمد بن حنبل للإمام أحمد بن حنبل(ت: ٢٤١ هـ)، مطبوعة: عالم الکتب، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١٩هـ-١٩٩٨م.
(15)السنن الکبریٰ للنسائی للإمام أبی عبد الرحمن أحمد بن شعیب نسائی(ت: ٣٠٣هـ)، مطبوعة:دار الکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤١١هـ- ١٩٩١م.
(16)جامع البیان عن تأویل آی القرآن المعروف بالتفسیر الطبری للإمام أبی جعفر محمد بن جریر الطبری (ت:٣١٠هـ)، مطبوعة: دار الفکر ، بیروت، الطبعة الأولیٰ ١٤٢١هـ-٢٠٠١م.
(17)الطبرانی فی الکبیر للإمام أبی القاسم سلیمان احمد الطبرانی (ت :٣٦٠هـ)، مطبوعة: دار إحیاء التراث، بیروت)
(18)مرقاة المفاتیح شرح مشکاة المصابیح لإمام المحدّثین و الفقهاء للإمام علی بن سلطان مُلّا علی القاری الحنفی (ت :١٠١٤هـ) ، مطبوعة:دارالکتب العلمیة، بیروت، الطبعة الاولیٰ ١٤٢٢هـ-٢٠٠١م .
(19)سُنَن أبي داود لأبی داود سلیمان بن الأشعث بن إسحاق بن بشیر بن شداد بن عمرو الأزدي(ت: ٢٧٥هـ)، الناشر: دار ابن حزم، الطبعة الأولی: ١٤١٨هـ - ١٩٩٨ م.
(20)الموسوعة الفقهیة **الکویتیة** لجماعة علماء الکویت، الطبعةالثانیة، دارالسلاسل، الکویت.
(21)العطایا النبویة فی الفتاوی الرضویة للإمام أهل السنة الإمام أحمد

رضا الحنفی (ت: ١٣٤٠ھ)، مطبوعه: رضا فاؤنڈیشن ، لاهور ،١٤٢٣ھ- ٢٠٠٣م.
(22)مرأة المناجيح شرح مشكوة المصابيح لحكيم الأمة المفتى أحمد يار خان النعيمی الحنفی (ت: ١٣٩١ھ)، مطبوعة:قادری پبلشرز ، لاهور، المطبوعة:فروری: ٢٠٠٩م.
(23)السنن الكبرى للبيهقى الإمام أبي بكر أحمد بن حسين البيهقى(ت: ٤٥٨ھ)، مطبوعة:دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعةالأولى: ١٤٢٠ھ. ١٩٩٩م.
(24)البشير بشرح نحو مير إمام النحو صدر العلماء المفتى سيّد غلام الجيلانی الميرتهی الحنفی (ت: ١٣٩٨ھ)، الناشر: مكتبة صبح نور،،فيصل آباد.
(25)تفسيرالنسفى للإمام أبي البركات عبد الله بن أحمد النَسَفى الحنفی(ت: ٧١٠)، مطبوعة...دارالفكر،بيروت.
(26)تفسير الجلالين لإمام المحدثين و المفسرين الإمام جلال الدين عبد الرحمن بن أبي بكر السيوطی الشافعی (ت: ٩١١ھ)، مطبوعة:دار ابن كثير، بيروت، الطبعة التاسعة: ١٤١٩ھ- ١٩٩٨م.
(27) تفسير الصاوى للإمام أحمد بن محمد الصاوی المالكی (ت :١٢٤١ھ)، مطبوعة:دارإحياءالتراث الطبعة الأولى: ١٤١٩ھ -١٩٩٩م.
(28) تفسير البكري لشيخ الاسلام اللإمام أبي الحسن محمد بن محمد بن عبدالرحمن البكری (ت:٩٥٢ھ) ،دار الكتب العلمية، بيروت.
(29)فيضُ القدير للإمام عبد الرؤوف المناوی الشافعی (ت:١٠٣١ ھ) ، مطبوعة:دار الكتب العلمية،بيروت.
(30)الدرّ المنثور لإمام المفسرين و المحدّثين الإمام جلال الدين السيوطی الشافعی، (ت: 911ھ) ، الناشر: دار الفكر–بيروت.
(31)صحيح المسلم للإمام مسلم بن الحجّاج القشيری (ت:٢٦١ھ)،

مطبوعة:دار الكتب العلمية ، بيروت، الطبعة الأولى ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م.

(32)جامع البيان فى تفسير القرأن للإمام أبي جعفر محمد بن الجرير الطبرى (ت: ٣١٠هـ)، المطبوعة: دار المعرفه، بيروت: ١٤٠٦هـ-1986 م.

(33)فتح البارى شرح صحيح البخارى للإمام ابن حجر العسقلانى (ت: ٨٥٢ هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، الطبعة الأولى: ١٤٢١هـ-2000م.

(34)تفسير غرائب القرأن و رغائب الفرقان على هامش جامع البيان، للعلامة نظام الدين الحسن بن محمد بن حسين النيشاپورى، مطبوعة: دار المعرفة، بيروت: ١٤٠٦هـ-1986م.

(35)حاشية القونوى على التفسير البيضاوى للإمام عصام الدين اسماعيل بن محمد الحنفى (ت:١١٩٥هـ)، مطبوعة: دار العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٩هـ-2001م.

(36)حاشية التمجيد على تفسير البيضاوى مع حاشية القونوى للإمام مُصلح الدين مصطفى بن ابراهيم الرومى الحنفى (ت: ٨٨٠هـ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢هـ- 2001م.

(37)تفسير الحداد ،للإمام فخر الدين أبى بكر بن على حداد الزَّبِيدى الحنفى(ت: ٨٠٠هـ)، مطبوعة: المكتبة القدس، بيشاور.

(38)المحلّٰى لابن حزم، مطبوعة: بيت الأفكار الدولية، الأردن/ السعودية.

(39)سنن النسائى للإمام ابو عبد الرحمن أحمد بن شعيب النسائى (ت: ٣٠٣ هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعه الأولى: ١٤١٧هـ-1996م.

(40)شرح معانى الآثار للإمام أبي عبد الرزاق بن الهمام الصنعانى متوفى ٢٢١هـ)، مطبوعة: عالم الكتب، بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٤هـ-1994م.

(41)**فتح القدير** لمحقق على الإطلاق العلامة كمال الدين ابن الهمام الحنفى (ت:٨٦١ھ)، مطبوعة: دارالفكر بيروت.

(42)**مواهبُ الجليل من أدلة خليل** لمدرِّسِ حَرَم مكى شيخ أحمد بن أحمد الجكنى الشنقيطى المالكى، مطبوعة:دارالكتب العمية، بيروت، لبنان، الطبعة الاولى: ٢٠٠٤م.

(43)**الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول ﷺ وسننه وأيامه المعروف بصحيح البخاري** لإمام محمد بن إسماعيل أبي عبدالله البخاري(ت: 255ھ)،الناشر: دارالكتب العلمية، بيروت، الطبعة الاولى، ١٤٢٠ھ ١٩٩٩م.

(44)**مجمع الزوائد** لحافظ نور الدين الهيثمى (ت: ٨٠٧ھ)، مطبوعة: دار الكتب العلمية، بيروت، الطبعة الأولى: ١٤٢٢ھ-2001م.

(45)**فتح الغفار** بشرح المنار لإمام زين الدين إبن نجيم الحنفى (ت: ٩٧٠ھ)، مطبوعة: مكتبة الإسلامية، كوئته.

(46)**نسمات الأسحار على إفاضة الأنوار شرح المنار** لإمام سيدمحمد أمين ابن عابدين شامى (ت: ١٢٥٢ھ)، مطبوعة: ادارة القرآن و العلوم الإسلامية، كراتشى.

(47)**البحر الرائق شرح كنز الدقائق** للإمام زين الدين بن إبراهيم بن محمد المعروف ابن نجيم المصرى الحنفى (ت:٩٧٠ھ ، مطبوعة: دار الكتب العلمية،بيروت،الطبعةالأولى:١٤١٠ھ-١٩٩٧م.

(48)**لباب التأويل في معاني التنزيل المعروف بخازن** لعمدة المفسرين لإمام علاء الدين الخازن (ت: ٧٤١ھ). مطبوعة:دارالكتب العلمية ، بيروت.

(49) **الجامع لأحكام القرآن المعروف بتفسير القرطبي** لإمام المفسرين الإمام شمس الدين القرطبي (ت: 671ھ)، مطبوعة: دار إحياء التراث العربى، بيروت، الطبعة الأولى: ١٤١٦ھ-1995م.

(50) علم القرآن لحكيم الأُمة مفتى أحمد يار خان النعيمى الحنفى (ت: ١٣٩١هـ)، مطبوعه: مكتبة المدينه.

(51) عمدة القاري شرح صحيح البخاري لعمدة الفقهاء، إمام المحدّثين الإمام بدر الدّين العينى الحنفى (ت: ٨٥٥) ، الناشر: دار إحياء التراث العربي – بيروت.

(52) البحر المحيط للإمام أبي حيان محمد بن يوسف الأندلسى (ت: ٧٤٥هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث، بيروت، لبنان.

(53) مفاتيح الغيب المعروف بتفسير كبير للإمام فخر الدين الرازى (ت: : 606هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث، العربي، الطبعة الثالثه: ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م.

(54) روح المعاني في تفسير القرآن العظيم والسبع المثاني لشهاب الدين محمود بن عبد الله الحسيني الألوسي (ت: 1270هـ)، مطبوعة: دار إحياء التراث، العربى الطبعة الأولى: ١٤٢٠هـ-١٩٩٩م.

(55) تفسير أبي السعود = إرشاد العقل السليم إلى مزايا الكتاب الكريم لأبى السعود العمادي محمد بن محمد بن مصطفى (ت: 982هـ)، مطبوعة: دار الفكر، بيروت، الطبعة الثانية: ١٤٢١هـ-٢٠٠١م.

(56) فتاویٰ شارح بخاری لشریف الحق امجدی (ت: 1421)، مطبوعہ: مکتبہ برکات المدینہ، کراچی.

(57) الشفاء بتعريف حقوق المصطفى للإمام أبى الفضل قاضى عياض، المالكى، (ت: 544هـ)، مطبوعة: بيروت.

جمعیّت اشاعتِ اہلسنّت پاکستان کی سرگرمیاں

مدارسِ حفظ وناظرہ (للبنین، للبنات)

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت صبح، دوپہر اور رات کو حفظ وناظرہ کے مختلف مدارس لگائے جاتے ہیں جہاں قرآن پاک حفظ وناظرہ کی تعلیم مفت دی جاتی ہے۔

درسِ نظامی (للبنین، للبنات)

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت صبح، دوپہر اور رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی درسِ نظامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

تخصّص فی الفقہ الإسلامی

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت رات کے اوقات میں ماہر اساتذہ کی زیرِ نگرانی تخصص فی الفقہ الاسلامی کی کلاسیں لگائی جاتی ہیں۔

دارالإفتاء

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت مسلمانوں کے روزمرہ کے مسائل میں دینی رہنمائی کے لئے عرصہ دراز سے دارالافتاء بھی قائم ہے۔

مفت سلسلۂ اشاعت

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک مفت اشاعت کا سلسلہ بھی شروع ہے جس کے تحت ہر ماہ مُستند علماء اہلسنّت کی کتابیں مفت شائع کر کے تقسیم کی جاتی ہیں۔ خواہش مند حضرات نور مسجد سے رابطہ کریں۔

کُتب لائبریری

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ایک لائبریری بھی قائم ہے جس میں مختلف علماء کرام کے نادر ونایاب مخطوطات، عربی و اردو کُتب مطالعہ کے لئے دستیاب ہیں۔

روحانی پروگرام

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت ہر اتوار عصر تا مغرب ختمِ قادریہ اور خصوصی دعا۔ تسکینِ روح اور تقویتِ ایمان کے لئے شرکت کریں۔

النور اکیڈمی

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت دینی و دنیاوی تعلیم کے حَسین امتزاج سے اپنے بچوں اور بچیوں کو مزین کریں۔ صبح کے اوقات میں رابطہ فرمائیں۔

درسِ شفاء شریف

جمعیت اشاعتِ اہلسنّت
کے تحت خواتین کے لئے ہر پیر و منگل صبح دس سے گیارہ بجے درس ہوتا ہے جس میں شرکت کے لئے صبح کے اوقات میں رابطہ فرمائیں۔